by Munshi Premchand

ROOTHI RANI

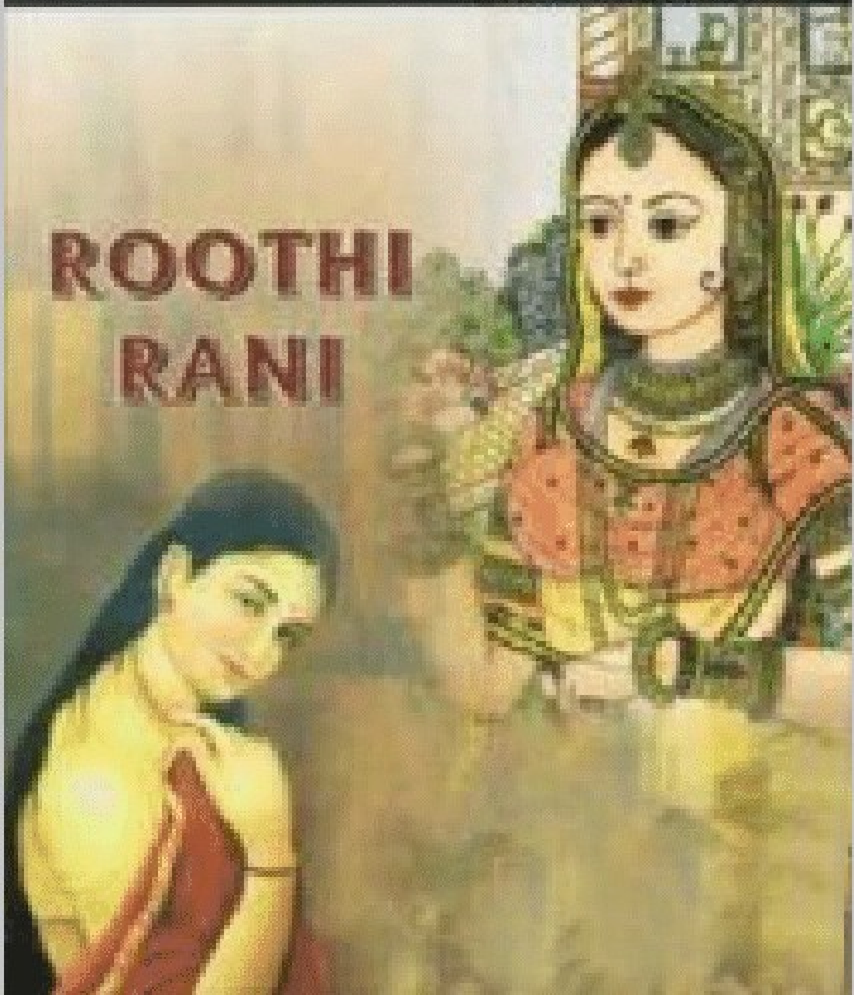

روٹھی رانی

شادی کی تیاری

اوما دے جیسلمیر کے راول لون کی بیٹی تھی' 1586ء میں فرماں روائے کی گدی پر جلوہ افروز تھا' بیٹی کے پیدا ہونے سے پہلے تو دل ذرا شکستہ ہوا۔ مگر جب اس کے حسن و جمال کی خبر آئی تو آنسو بجھ گئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس لڑکی کے حسن و جمال کی دھوم سارے راجپوتانہ میں مچ گئی سکھیاں سوچتی تھیں دیکھیں یہ نازنیں کس بھاگوان کو ملتی ہے۔ وہ اس کے آگے دیس دیس کے راجوں مہاراجوں کے اوصاف بیان کرتیں اور اس کے جی کی تھاہ لیتیں' لیکن اوما دے اپنے حسن کے غرور میں کسی کو خیال میں نہ لاتی تھی اور صرف اوصاف ظاہری پر اسے ناز نہ تھا' وہ اپنے دل کی مضبوطی' حوصلہ کی بلندی اور فیاضی میں بھی اپنا نظیر نہ رکھتی تھیں۔ عادات سارے عالم سے پرانے تھے۔ چھوئی موئی کی طرح جہاں کسی نے انگلی دکھائی اور وہ کملائی۔ ماں کہتی' بیٹی پرائے گھر جانا' تمہارا نباہ کیوں کر ہوگا۔ باپ کہتا بیٹا! چھوٹی چھوٹی باتوں پر برا نہ ماننا چاہیئے وہ اپنی دھن میں کسی کی نہ سنتی تھی۔ سب کا جواب اس کے پاس خاموشی تھا' کوئی کتنا ہی بھونکے' جب وہ کسی بات پر اڑ جاتی تو اڑی ہی رہتی تھی۔

آخر لڑکی شادی کرنے کے قابل ہوئی۔ رانی نے راول سے کہا کہ بے خبر کیسے بیٹھے ہو لڑکی سیانی ہوئی' اس کے لیے بر ڈھونڈو بیٹی کے ہاتھوں میں مہندی رچاؤ۔

راول نے جواب دیا "جلدی کیا ہے' راجا لوگوں میں چرچا ہو رہا ہے' آج کل شادی کے پیغام آیا چاہتے ہیں۔ اگر میں اپنی طرف سے کسی کے پاس پیغام بھیجوں گا تو اس کا مزاج آسمان پر چڑھ جائے گا۔"

مارواڑ کے بہادر راجہ مالدیو نے بھی اوما دے کے حسن جہاں سوز کا شہرہ سنا اور اس کا غائبانہ عاشق ہو گیا۔

اس نے راول سے کہا بھیجا کہ مجھے اپنی فرزندی میں قبول فرمایئے۔ ہمارے اور آپ کے درمیان زمانہ قدیم سے رشتے ہوتے چلے آئے ہیں' آج کوئی نئی بات نہیں۔

راول نے یہ پیغام پاکر دل میں کہا' واہ! میرا سارا راج تو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ اب شادی کا پیغام دیتے ہیں مگر پھر سوچا کہ شیر پنجرے میں ہی پھنستا ہے' ایسا موقع پھر نہ ملے گا۔ ہرگز نہ چوکنا چاہئے۔ یہ سوچ کر راول نے سونے اور چاندی کے ناریل بھیجے۔ راؤ مالدیو جی بارات سجا کر جیسلمیر بیاہ کرنے آئے چیتا اور رنپا جو اس کے سورما سردار تھے' اس کے دائیں بائیں چلتے تھے۔

راول نے اپنی رانی کو بلایا اور قلعے کے جھروکے سے راؤ مالدیو کی سواری کو دکھا کر کہا کہ یہ وہی شخص ہے جس کے خوف سے نہ مجھے رات کو نیند آتی ہے اور نہ تجھے کل پڑتی ہے' یہ اب اسی دروازہ پر تورن باندھے گا' جو اکثر اسی وقت کوف سے بند رہتا ہے' مگر دیکھ! میں بھی کیا کرتا ہوں اگر چوری میں سے بچ کر چلا گیا تو مجھے راول مت کہنا' بیٹی تو بیوہ ہو جائے گی' پر تیرے دل کا کانٹا جنم بھر کے لیے نکل جائے گا بلکہ راجپوتانہ کو امن وامان حاصل ہو جائے گا۔

رانی یہ سن کر رونے لگی' راول نے ڈانٹ کر کہا ''چپ! رونے لگی تو بات پھوٹ جائے گی پھر خیریت نہیں' یہ ظالم سبھی کو نوش کر جائے گا' دیکھ ذرا شادی کرنے آیا ہے مگر فوج کتنی ساتھ لایا ہے' گویا کسی سے لڑنے جا رہا ہے' اتنی فوج تو گھڑ سونسر کا سارا پانی ایک ہی دن میں پی جائے گی' ہم تو اور سب شہر کے باشندے پیاسے مر جائیں گے۔'' رانی کو بیٹی کے ودھوا ہو جانے کے خوف سے صدمہ تو بہت ہوا' مگر شوہر کی بات مان گئی اور چھاتی پر پتھر رکھ کر چپ ہو رہی' تاہم اس کی گھبراہٹ اور پریشانی چھپائے نہیں چھپتی تھی۔

بیٹی ماں کو گھبرائی دیکھ کر سمجھ گئی کہ دال میں کچھ کالا ہے مگر کچھ پوچھنے کی ہمت نہ پڑی' بیٹی ذات اتنی ڈھٹائی کیسے کرتی۔ ماں کا رونا محبت کا رونا تھا۔ جب اس نے

ماں کا اضطراب ہر لحظہ بڑھتے ہوئے دیکھا تو راڑ گئی کہ آج سہاگ اور رنڈاپا ساتھ ملنے والا ہے۔ جی میں بہت تڑپی، تلملائی مگر کلیجہ مسوس کر رہ گئی، کیا کرتی۔ ہمارے ہاں بیٹی بن سینگوں کی گائے ہے، ماں باپ اس کے رکھوالے ہیں مگر جب ماں باپ ہی اس کی جان کے گراہک ہو جائیں تو کون کس سے کہے۔

سکھی سہیلیاں پھولی پھولی پھرتی تھیں، راج محل میں شادیانے بج رہے تھے، چو طرفہ مسرت کے جلوے نظر آتے تھے، ادھر باراتیوں میں خوب تیاریاں ہو رہی تھیں۔ رقص و سرود کی محفل گرم تھی مگر افسوس کسی کو کیا معلوم کہ جس دلہن کیلئے یہ سب ہو رہا ہے، وہ اندر ہی اندر گھلی جا رہی ہے۔ سکھیاں اسے دلہن بنا رہی ہیں، کوئی اس کے ہاتھ پاؤں میں مہندی رچاتی ہے، کوئی موتیوں سے مانگ بھرتی ہے، کوئی چوٹی میں پھول گوندھتی ہے، کوئی آئینہ دکھا کر کہتی ہے، خوب بنی ہو پر یہ کوئی نہیں جانتا کہ بنی کی جان پر آبنی ہے۔ جوں جوں دن ڈھلتا ہے اس کے چہرے کا رنگ اڑتا جاتا ہے سکھیاں اور ہی دھیان میں ہیں۔ یہاں بات ہی اور ہے۔

اومادے یکا یک سکھیوں کے جھرمٹ سے اٹھ گئی اور بھاریلی نام کی ایک سگھڑ سہیلی کو اشارے سے الگ بلا کر کچھ بات کرنے لگی۔

بھاریلی روپ بدل کر چپکے سے راگھوجی جوتشی کے پاس گئی اور پوچھنے لگی کہ ”کیا آپ نے کسی کنواری کنیا کا مہورت نکالا ہے۔“ انہوں نے جواب دیا ”اور کسی کا تو نہیں۔ راول جی کی بائی کے بیاہ کا مہورت البتہ نکالا ہے۔“

بھاریلی: کیا آپ پھیروں کے وقت بھی جائیں گے؟

جوتشی: نہ جاؤں گا تو مہورت کی خبر کیسے ہوگی۔

بھاریلی: کیا اس شہر میں آپ اور بھی کہیں مہورت بناتے اور شادیاں کرواتے ہیں۔

جوتشی: سارے شہر میں میرے سوا اور ہے ہی کون۔ راجا پرجا سب مجھ ہی کو بلاتے

ہیں۔

بھاریلی: جوتشی جی ناراض نہ ہوجیے گا۔ جن لڑکیوں کی شادیاں آپ کرواتے ہیں، وہ کتنی دیر سہاگن رہتی ہیں۔

جوتشی: (چونک کر) ہیں! یہ تو نے کیا کہا! کیا مجھ سے دل لگی کرتی ہے؟

بھاریلی: نہیں جوتشی جی، دل لگی تو نہیں کرتی، سچ سچ کہتی ہوں۔

جوتشی: ان باتوں کا جواب میرے پاس نہیں، تیرا مطلب جو کچھ ہو ساف صاف بیان کرو۔

بھاریلی: کچھ نہیں، آپ اپنے مہورت کو ایک بار اور جانچ لیجیے۔

جوتشی: کچھ کہے گی بھی؟

بھاریلی: آپ اپنی ساعت پھر سے دیکھ لیجیے تو کہوں۔

جوتشی: چل دور رہو بوڑھوں سے کھیل نہیں کرتے۔

یہ کہہ کر جوتشی جی اندر چلے گئے، مگر پھر سوچ بچار کر پٹی نکالی، ساعت کو خوب اچھی طرح جانچا اور انگلیوں پر گن کر بولے۔ ''مہورت میں کوئی نقص نہیں ہے۔''

بھاریلی: (افسردگی سے) تو پھر قسمت ہی پھوٹی ہوگی۔

جوتشی: (بھوچک ہوکر) نہیں، میں نے جنم پر دیکھ کر مہورت نکالا تھا۔

بھاریلی: اجی کرم پتر بھی دیکھا ہے۔ تمہارے مہورت میں تو بائی جی کو دکھ بھوگنا لکھا ہے۔

جوتشی: (تہہ کو پہنچ کر) تو کیا راول جی دغا فریب کرنے والے ہیں؟

بھاریلی: ہاں راؤ مالدیو کو یوں تو مارنے سے رہے، اب صلاح ہوئی ہے کہ شادی کے وقت چونری میں انہیں مار ڈالیں۔

جوتشی: ارے رام! رام! رام ایسے راجاؤں کو دھتکار ہے۔

بھاریلی: مہاراج! اس وقت ان باتوں کو تو رکھو، اگر رہائی کی کوئی تدبیر ہو تو بتاؤ۔

جوتشی: جب راول جی ہی کو بیٹی پر رحم نہیں آتا' تو میں غریب برہمن کیا کر سکتا ہوں۔

بھاریلی: انسان چاہے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

جوتشی: تو ہی بتا میں کیا کرو؟

بھاریلی: اچھے جوتشی ہو'راج درباری ہو کر مجھ سے پوچھتے ہو کہ میں کیا کروں۔

جوتشی: راج درباری ہونے سے کیا ہوتا' تو نے سنا نہیں۔ ''گورو گرو بدیا اور سر سر بدھ۔''

بھاریلی: تو پھر میری تو یہی صلاح ہے کہ راؤ مالدیو کو آگاہ کر دینا چاہیئے۔

جوتشی: ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔

بھاریلی: تو کیا میں بائی جی سے کہہ دوں کہ تمہارا کام ہو گیا؟

جوتشی: جی ہاں۔

بھاریلی: اچھا میں جاتی ہوں۔

شادی

دن ڈھل گیا۔ بازار میں چھڑکاؤ ہو گیا۔ لوگ بارات دیکھنے کے لیے گھروں سے ہی اُمڈے چلے آتے ہیں۔

جوتشی نے دربار میں جا کر راول سے کہا۔ اب خیر مقدم کرنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اب سواری کی تیاری کا حکم دیجیے۔

راول: بہت اچھا' بارات والوں کو بھی اس کی خبر کر دو۔

جوتشی: ہاں خوب یاد آیا' ایک بات مجھے مارواڑ کے نجومیوں سے پوچھنی ہے۔

راول: وہ کیا۔

جوتشی: جنم پترے تو نہیں پر بولتے نام سے راؤ جی کو آج چوتھا چندرماں اور آٹھواں سورج ہے۔

راول: تو تو اسے کیا۔ مہورت تو اپنے جنم پتر سے ہی نکالا ہے۔

جوتشی: مہاراج! پکارنے کے نام سے بھی گرہ دیکھے جاتے ہیں۔

چوتھا چندرماں اور آٹھواں سورج نحس ہوتا ہے۔ کوئی گرہ بارھواں نہیں ہے نہیں تو

--

راول: (جی میں) کیا اچھا ہوتا جو کوئی بارھواں گرہ بھی ہوتا تاکہ تینوں نحوستیں یک جا ہو جاتیں۔ (زور سے) مارواڑ بڑی سلطنت ہے۔ وہاں نجومیوں کی کمی نہیں ہے۔ انہوں نے ضرور سب باتوں کی احتیاط کر لی ہوگی۔ آپ کچھ نہ کہیے گا۔ نہیں تو انہیں خواہ مخواہ شک ہو جائے گا۔

جوتشی: انہیں آگاہ کر دینا میرا فرض ہے۔ میں آپ کے خاندان کا خیر خواہ ہوں۔ میں ابھی جا کر ان سے کہتا ہوں کہ رو بلا کی کوئی تدبیر کیجیے۔

راول: کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟

جوتشی: یہی خیرات وغیرہ۔

راول: یہ سب میں اپنی طرف سے کرادوں گا۔ ان سے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔

جوتشی: نہیں! یہ خیرات انہیں کی طرف سے ہونی چاہیئے۔

راول: کیا میری طرف سے ہونے میں کچھ نقصان ہے؟

جوتشی: اپنی طرف سے تو تب دان کرایا جاتا ہے جب بائی جی کا ستارہ گردش میں ہوتا۔

راول: آج بائی جی کا ستارہ کیسا ہے؟

جوتشی: نہایت مسعود و مبارک' پھر عورت کے ستاروں کا اچھا یا برا ہونا زیادہ تر اس کے شوہر کے ستاروں پر منحصر ہے۔ اس لیے بائی جی کی بھی وہی گرہ سمجھنی چاہیئے جو راؤ جی کی ہے۔

راول: اچھا تو بارات میں ہو آیئے' دیر نہ کیجیے گا' یہاں بھی کام ہے۔

جوتشی: (چٹکی بجا کر) گیا اور آیا۔

راول سے حکم پا کر جوتشی جی خوش خوش وہاں سے چلے۔ راؤ مالدیو جی کو خبر ہوئی کہ جوتش راگھو جی آتے ہیں۔ راؤ جی نے کہا" ان کا بڑی عزت سے استقبال کیا کرو۔ وہ بڑے نامی نجومی ہیں۔ وہ کیا ان کے بیٹے چندو جی بھی دے کر بیٹھ گئے۔ راؤ جی نے خیر و عافیت پوچھ کر کہا۔" آپ کیوں کر تشریف لائے ہیں؟"

جوتشی: (ادھر ادھر دیکھ کر) کچھ ساعت بلانی ہے۔

یہ سنتے ہی لوگ ہٹ گئے۔ جوتشی جی راؤ صاحب سے دو دو باتیں کر کے چل دیئے۔ راؤ جی کو بڑی فکر دامن گیر ہوئی۔ فوراً سرداروں کو بلا کر مشورہ کیا کہ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیئے۔

اتنے میں نقاروں کی آواز آئی چوطرفہ شور مچنے لگا کہ راول جی کی سواری آئی۔ تب راؤ جی بھی سر پر مور اور ماتھے پر سہرا باندھ کر اپنے ڈیرے سے نکلے اور گھوڑے کی پوجا کر کے اس پر سوار ہوئے۔ برات چڑھی۔ کچھ دور جا کر سب جلوس تھم گیا۔ فرش فرش تکیہ مسند لگا دیئے گئے۔ راول اور راؤ دونوں اپنے گھوڑوں سے اترے اور گلے ملے۔ پھر نشان کا ہاتھ آگے کی طرف بڑھا اور اس کے ساتھ دونوں مہاراجے قلعے کی طرف چلے۔ دروازہ پر پہنچ کر راول جی تو اندر تشریف لے گئے اور راؤ جی تو رن باندھنے کی رسم ادا کر کے پیچھے پہنچے۔ محل سرا میں پھر دونوں مل کر باہم مسند پر متمکن ہوئے۔

راج محل میں شادی کی تیاری ہوگئی۔ ناظر راؤ جی کو بلانے آیا۔ راؤ جی کے ساتھ راول جی بھی اٹھے مگر راؤ کے سرداروں نے انہیں روکا کہ آپ ہمیں تنہا چھوڑ کر کہاں جاتے ہیں۔ راول جی نے جھانسہ دے کر چاہا کہ یہاں سے چلا جاؤں مگر کون جانے دیتا ہے۔ راؤ کے سرداروں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بیچ میں بٹھا لیا۔ اب تو لینے کے دینے پڑ گئے۔ جاتے تھے راؤ کو مارنے اب اپنی ہی جان کے لالے پڑ گئے۔

ان کے سردار بھی سب سٹی پٹی بھول گئے۔ ادھر راؤ جی بے کھٹکے خراماں رنواس میں داخل ہو گئے۔

زنانی دہلیز میں پہنچتے ہی اومادے کی ماں نے راؤ جی کی آرتی اتاری۔ ان کے ماتھے پر دہی کا ٹیکہ لگایا اور جی میں کہا کہ ایسے ہی میرا کلیجہ ٹھنڈا رہے۔ بعد ازاں ناک کھینچ کر اپنا دوپٹہ ان کے گلے میں ڈال کر انہیں چونری میں لے آئی۔

برہمن وید منتر بڑی خوش الحان سے پڑھنے لگے۔ آگ میں آہوتی پڑی۔ ہون ہونے لگا۔ راؤ جی کا ہاتھ اومادے کے ہاتھ سے ملایا گیا۔ اومادے آگے ہوئی اور راؤ جی پیچھے پیچھے چلے۔ تین بار ہون کنڈ کا طواف کیا۔ تب عورتیں یہ گیت گانے لگیں۔

پہلے پھیرے بائی کا کاری بھتیجی

دوجے پھیرے بائی ماماری بھتیجی

تیجے پھیرے بائی بواری بھتیجی

چوتھے پھیرے میں راؤ جی آگے ہو گئے اور اومادے ان کے پیچھے چلنے لگی۔ تب عورتوں نے یہ پچھلا بند گا کر اپنا گیت پورا کیا۔

چوتھے پھیرے بائی ہوئی رے پرائی

گیت سنتے ہی ماں اور بہنوں کے دل بھر آئے۔ آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے کہ اب پیاری اومادے پرائی ہو گئی۔ اس طرح یہ شادی بیساکھ سدی 1593ء شب کو حسن تمام انجام پہنچی۔

رنگ برنگ میں بھنگ

شادی ہونے کے بعد لڑکی اپنے محل میں چلی گئی۔ بڑی بوڑھی عورتیں ادھر ادھر کھسک گئیں۔ بہو کی سہیلیاں راؤ جی کو اس کے محل کی طرف لے چلیں۔ راستہ میں ایک جگہ گانا ہو رہا تھا۔ کتنی ہی حور وش، مہ پارا نازنیں سہاگ کے گیت گا نا الاپ رہی تھیں۔ راؤ جی چلتے چلتے وہاں پھسل پڑے۔ عورتوں کے گانے اور روپ رنگ نے

ان پر جادو کر دیا۔ وہیں ڈٹ گئے۔ خواصیں دوڑیں۔ ایک نے چاندنی' دوسرے نے سوزنی اور تیسری نے تکیے لگا دیئے۔ پانچ سات سکھیوں نے مل کر چھوٹا سا شامیانہ کھڑا کر دیا۔ راؤ جی لٹو ہو گئے۔ پھر کیا تھا وہیں بیٹھ گئے۔ دو خواصیں دائیں بائیں مورچھل لے کر کھڑی ہو گئیں۔ دو چنور ہلانے اور پنکھا جھلنے لگیں' گرمیوں کی سہانی رات۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ بھینی بھینی خوشبو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور راؤ جی اس پرستان میں اندر بنے پریوں سے چہل اور چھیڑ چھاڑ کر رہے تھے' گائنیں چپ تھیں اور سامنے کچھ فاصلے پر ناچنے والیاں بنی ٹھنی کھڑی اشارے منتظر تھیں۔

کلول کرنے والیوں میں ایک نازنین نے آگے بڑھ کر راؤ جی کو سلام کیا اور ان سے کچھ ہٹ کر بیٹھی اور گانے والیوں کو اشارہ کیا کہ ہاں کچھ چھیڑو۔ کھڑی منہ کیا تکتی ہو۔

بس طبلے پر تھاپ پڑی اور گانے والیاں اونچے اور میٹھے سروں میں گانے لگیں۔

پھرلا! اے سگھڑ کلالی

پیون والوں لاکھوں رو

اس نازنین نے جو چندر جوت کے نام سے مشہور تھی اپنے ہاتھ پیالے میں لال شراب بھر کر ہنستے ہوئے راؤ جی کے سامنے پیش کی۔ انھوں نے بڑی شوق سے لے کر شراب پی اور پیالہ اشرفیوں سے بھر کر لوٹا دیا۔ چندر جوتی نے اٹھ اٹھ کر سلام کیے اور اپنے گلے کے چند ہار توڑ کر اس کے موتی راؤ جی پر سے نثار کر کے گانے والیوں کی طرف پھینکنے لگی' گائنیں سورٹھ کے سروں میں گانے لگیں۔

(1) دیسوں میں برج' بنوں میں چند' پہاڑوں میں سیر' چڑیوں میں مور اور قلعوں میں لنکا سب کا سرتاج ہے۔ ویسے ہی شاہی خاندانوں میں راٹھور کا خاندان سب سے اعلیٰ ہے۔ چندر جوتی نے پھر پیالہ بھر کر راؤ جی کو دیا اور گائنیں گانے لگیں۔

(2) شراب پیو اور لڑنے کو چڑھو' آنکھیں لال رکھ جس سے تمہارے دشمن جل مریں اور دوست خوش ہوں۔"

(3) شراب ہی دلی آگرہ ہے اور شراب ہی بیکانیر'' اے صاحب! شراب تو نوش کیجیے اس کا ایک ایک دور سو سو روپے کا ہے۔"

(4) شعروں میں دوہرہ' سفید کپڑا۔ نازنین عورت اور کمیت گھوڑا اچھے ہوتے ہیں۔ اے نازنین! شراب لا اس گانے بجانے اور زاہد فریب عورتوں کو لبھانے رجھانے نے راؤ جی کا دل چھین لیا' اس پر طائفہ کا باہم آواز ملا کر تان لگانا اور بھی ستم ڈھا گیا۔ راؤ جی ایسے از خود رفتہ اور بادہ نشاط میں ایسے مخمور ہوئے کہ اپنی نئی نویلی دلہن کو بھول گئے۔ جوان کے انتظار میں آغوش ناز کھولے کھڑی تھی۔

راؤ جی کی راہ دیکھتے دیکھتے اوما دے کی نشیلی آنکھیں جھپکنے لگیں۔ کتنی ہی باندیاں ان کو بلانے کے لیے گئیں۔ پر راؤ جی پریوں کے جمگھٹ سے نہ اٹھ سکے۔ یہاں تک کہ رات بہت کم باقی رہ گئی ہے۔

رانی نے جب دیکھا کہ وہ اور کسی کے بلانے سے نہیں آتے ہیں تو اپنی شوخ وشنگ سہیلی بھاریلی سے کہا کہ اب راؤ جی کو لانا تیرا ہی کام ہے۔ اس نے کہا کہ راؤ جی اس وقت آپے میں نہیں ہیں۔ مجھے نہ بھیجیے' مگر اوما دے نے نہ مانا اور اسی کو بھیجا۔

ادھر محفل عروسی بھی آراستہ تھی۔ گائنیں تیار بیٹھی تھیں۔ شراب کی بوتلیں چنی ہوئی تھیں۔ گزک طشتریوں میں دھری ہوئی تھی۔ صرف راجہ کے آنے کی دیر تھی۔ رانی کو یقین ہو گیا کہ بھاریلی گئی ہے تو راجہ کو ضروری کھینچ لائے گی۔ گانے والیوں کو اشارہ کیا کہ کچھ چھیڑو اور وہ میٹھے سروں میں گانے لگیں۔

(1) مہاراج محلوں میں تشریف لے چلیے۔ اب شراب کا مزہ اڑانے والے محلوں میں چل دیں بہت دیر سے سیج پر تیری انتظار میں بےتاب ہو رہی ہوں۔

موقع ومحل کے مطابق گیت سن کر اومادے مسکرائی اور پھر لجا کر آنکھیں نیچی کر لیں۔ اس وقت اس کے نشہ شباب سے مست دل کی جو کیفیت ہو رہی تھی' بیان نہیں کی جا سکتی۔ خواصین' سہیلیاں دم دم پر دوڑائی جاتی تھیں کہ دیکھے! راجہ جی آتو نہیں رہے ہیں۔ معشوق انتظار میں بے چین ہو رہا تھا' گانے والیوں نے گیت کا دوسرا بند گایا۔

متھرا پنگل۔ پریاگ۔ مارواڑ۔ لاہور۔ غزنی۔ دیراور۔ بھٹیز اور جیسلمیر یہ سب دیس بھاٹیوں کے ہیں اے مہاراج محلوں میں تشریف لے چلیے۔

اب سہیلیوں نے اومادے پر سے کچھ اشرفیاں نثار کر کے گائنوں کو دیں اور انھوں نے خوش ہو کر یہ دوسرا گیت شروع کیا۔

''اے میرے راؤ! شباب کے مزے لوٹئے۔ رات تاروں سے' سیج پھولوں سے اور جوبن جوش مستی سے بھری ہوئی ہے۔ پیارے جلد آ کر سکھ لوٹو۔''

اتنے میں ایک خواص نے کہا کہ وہاں راؤ جی نشہ میں چور بیٹھے ہیں اور شیشہ و جام کے نغمے الاپے جا رہے ہیں۔ یہ سن کر گانے والیوں نے یہاں بھی گیت شروع کر دیا صرف مصرعے بدل دیئے۔

اے سگھڑ اساقن انگوری شراب بھرلا۔ سونے کی بھٹی اور چاندی کا بیکا بتاؤں رانی اپنے ہاتھ میں پیالہ لیے کھڑی کہتی ہے۔ راج کمار تم پیو۔''

آم مٹوں کے ساتھ پھلتا ہے اور مہوا اپنے پتے کھو کر اس کا رس سا جن پیتا ہے۔ پھر اسے لاج کیوں کر آئے۔''

''محلوں میں پکار پڑی ہے' او راے بیٹے راج کمار تم کو آنے کی فرصت نہیں۔''

ادھر چنچل' شوخ بار یلی کچھ اس انداز سے اٹھلاتی' لچکتی بل کھاتی راؤ جی کے پاس پہنچی کہ وہ جوانی اور شراب کی مستی میں اسی کو رانی سمجھ کر اسکے ساتھ چل دیئے۔ بھار یلی نے بھی انہیں وہاں سے ہٹا لے جانا ہی مناسب سمجھا' مگر وہ چلبلی طبیعت کی

نازنین تھی۔ راؤ کی نظر اپنے اوپر بے ڈھب پڑتے دیکھ کر للچا گئی یہ نہ کہا' بندی رانی نہیں' باندی ہی ہے' بلکہ راؤ جی کو مغالطے میں ڈال کر اپنے گھر لے گئی۔ رانی اوما دے نے جب یہ سنا تو سناٹے میں آ گئی اور اس کی گائنیں گانے لگیں۔

''بھر لا اے سگھڑ کلالی۔ انگوری شراب لا۔ پہلے تو کلالی اس کی آشنا تھی پر اب تو اس حالی جاہ کی گھر والی ہو گئی ہے۔''

''جیسلمیر دیس میں جب بجلیاں چمکتی ہیں وہ اوپر ہی اوپر چلی جاتی ہیں۔ ایسے ہی پردیسی ساجن سے ملنے کا یقین نہیں ہوتا۔''

''بھیڑلی تو تھی ان کے لیے پر اب وہ بندھی ہوئی کپاس چرتی ہے۔ لونڈی جہیز میں دی گئی تھی۔ اب وہ پیارے مل ہی گئی تھی۔''

اوما دے کا عشرت کدہ راؤ جی کی اس بے اعتنائی سے سرد پڑ گیا۔ اس کے چڑھتی ہوئی جوانی نہیں معلوم دل میں کیا کیا امنگیں جوش مار رہی تھی۔ کیا کیا حوصلے پیدا ہو رہے تھے۔ اس نے شوہر کے خیر مقدم کی کیا کیا تیاریاں نہ کی تھیں۔ شیشہ و جام' ساز و سرود' بناؤ چناؤ میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا تھا مگر افسوس سب سامان دھرا رہ گیا وہ جھلا کر اٹھی۔ گانے والیوں سے کہا تم لوگ جاؤ۔ صراحی اور جام اٹھا کر پٹک دیئے۔ وہ تھال جو آرتی کے لیے اس نے بڑے تکلف سے سجایا تھا اور جو زریں چراغوں سے جگمگا رہا تھا اس نے اوندھا دیا اور غم و غصہ کے عالم میں پلنگ پر منہ لپیٹ کر سو رہی۔ محل میں سناٹا چھا گیا۔ اس وقت جو خیالات اسکے دل میں پیدا ہوتے تھے ان کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اگر راؤ مالدیو یوں نے بہک جاتے تو اب تک یہی کمرہ رشک جنت بنا ہوتا۔ مئے ناب کے دور چلتے ہوتے۔ سریلے راگوں سے کمرہ گونجتا ہوتا اور عاشق و معشوق باہمی دیدار کے مزے لوٹتے ہوتے۔ مگر یہ باتیں اب کہاں!!

سویرا ہوا۔ راؤ جی کا نشہ اترا۔ جس نازنین کو رانی سمجھے ہوئے تھے۔ اسے دیکھا تو

پانی کا گھڑا اور سیلفچی کے محل شاہی کی طرف جارہی ہے۔ سمجھ گئے بڑا دھوکہ ہوا۔ اسی وقت شرماتے ہوئے محل میں گئے۔ وہاں کا سناٹا محل کی ویرانی اور رانی کی سردمہری دیکھ کر جی بیٹھ گیا بولے۔

"اے بڑے رتبہ والی نازنین اومادیوی! ضد میں آ کر کیوں اپنے عاشق سے روٹھی سیج پر بیٹھی ہوئی ہے۔"

راؤجی کو دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی پر منہ سے کچھ نہ بولی۔

کمان ابرو کو کھینچ کر اس میں تیر مژگان کا نشانہ لگائے ہوئے ہاتھ مروڑے منہ موڑے نازنین غصہ سے بھری بیٹھی ہے۔

خواصیں دور دور چپ کھڑی تھیں۔ بھاریلی کا مارے خوف کے لہو سوکھا جاتا تھا۔ پر گانے والیاں بند نہ ہوئی۔ وہ گانے لگیں۔

اے شراب میں مست مہاراج

تمہیں شراب کس نے پلائی

راؤجی نے بہت کہا کہ میں نشہ میں تھا۔ اس وجہ سے ایسی حرکت سرزد ہوئی مگر رانی نے ایک نہ سنی۔ گانے والیوں نے بھی راؤ کے اشارے سے بہت سے منانے کے گیت گائے مگر رانی پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اس جھمیلے میں دن بہت چڑھ آیا۔ آخر کار راؤ جی یہ سوچ کر کہ پھر منالیں گے محل سے باہر نکل آئے۔ اسی وقت ان کے سردار بھی راول جی کے پاس سے اٹھے۔

راؤجی نے پھر محل کے اندر جا کر اپنی جان خطرے مین ڈالنا مناسب نہ جانا۔ باہر ہی سے رخصتی کی درخواست کی۔ راول جی بھی یہی چاہتے تھے کہ بھید نہ کھلے۔ چپ چپاتے بدائی ہو جائے۔

اومادے راؤجی کے ساتھ جانے پر راضی نہیں ہوتی تھی۔ راگھوجی جیوتشی نے سنا تو اس سے کہا کہ کل تمہیں راؤجی کی جان پیاری تھی۔ کیا آج وہ پیار جاتا رہا؟ ان کی

جان ابھی تک خطرے میں ہے اور اس وقت روٹھنے کا موقع نہیں ہے۔

یہ سن کر رانی نرم ہوئی۔ ہندو راجہ کی لڑکی تھی اور ہندو دھرم کی ماننے والی جو عورتوں کی شوہر کی پرستش کی تعلیم دیتا ہے۔ ماں کے پاس گئی۔ کچھ دیر سکھیوں کے گلے مل روتی رہی۔ پھر دو گھونٹ پانی پیا اور چپ چاپ سکھپال میں بیٹھ گئی۔

راؤ جی کے کہنے سے اوما دیوی نے بھاریلی کو بھی الگ الگ رتھ میں بٹھا لیا۔ گویا اپنی تباہی کو اپنے ساتھ لے چلی۔ جوتشی جی بھی پہنچانے کے بہانے سے ساتھ ہو گئے۔ ان کے بیٹے چندو جی پہلے سے راؤ کے لشکر میں آ گئے تھے' کیوں کہ ان دونوں کے خوف تھا' مبادا راول جی پیچھے سے ان کی سرکوبی کریں' کیونکہ ان دونوں کو خوف تھا' مبادا راول جی پیچھے سے ان کی سرکوبی کریں' کیونکہ راول کو شبہ ہو گیا تھا کہ انہی دونوں کی سازش سے شکار ہاتھ سے گیا۔

رانی کی ہٹ

رانی اوما دے اپنی ضد پر قایم رہی۔ راؤ جی سے نہ بولتی ہے' نہ انہیں اپنے پاس بیٹھنے دیتی ہے۔ راؤ جی آتے ہیں تو وہ ان کے بڑے ادب سے تعظیم کرتی ہے۔ مگر پھر الگ جا بیٹھتی ہے۔ اس کے معشوقانہ اداز اور شکل و شباہت نے راؤ جی کو بہت فریفتہ کر لیا ہے۔ وہ بہت چاہتے ہیں کہ کچھ نہ ہو تو وہ ذرا ہنس کر بول ہی دے مگر رانی ان کو بالکل خاطر میں نہیں لاتی۔ علیٰ ہذا وہ بھاریلی سے بھی کھچی رہتی ہے۔ بھاریلی اپنے معمولی کام کیے جاتی ہے اور آنکھ بچا کر راؤ جی سے ہنس بول بھی لیتی تھی۔

راؤ جی سمجھتے تھے کہ بھاریلی ہی نے میری جان بچائی۔ وہ ان سے کہتی کہ آپ ہی کی بدولت یہ میری ناقدری ہو رہی ہے۔ اب میری لاج آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر آپ نے من میلا کیا تو میں کہیں کی نہ رہوں گی۔ راگھو جی جوتشی نے بھی کہا کہ اگر بھاریلی مجھ سے بھید نہ بتاتی تو جو خدمت میں نے آپ کی ہے' وہ ہرگز نہ کر سکتا۔

راؤجی اتنا تو جانتے تھے کہ راول جی کی بری نیت کی خبر مجھے جوتشی جی نے دی اور جوتشی جی کو بھاریلی سے اس کا پتہ لگا مگر وہ یہ نہ جانتے تھے کہ بھاریلی سے کہنے والا کون تھا۔ اس کا حال تو جب معلوم ہوتا کہ رانی اومادے اپنے منہ سے کچھ کہتی۔ مگر وہ تو بھاریلی، راؤجی اور جوتشی سبھوں سے ایسی بیزار ہو رہی تھی کہ زبان ہی نہ کھولتی تھی۔ اس کا دھرم کہتا کہ تیرا یوں روٹھے رہنا زیبا نہیں مگر اس کا دل نہیں مانتا تھا۔ وہ جب طبیعت کو دبا کر کچھ بات چیت کرنے نیت کرتی تو کوئی زبان پکڑ لیتا۔ بے چاری اپنے دل سے لاچار تھی۔

بھاریلی اومادے کی اس خاموشی سے ڈرتی رہتی ہے کہ کہیں مجھ پر برس نہ پڑیں۔ ایک دن دل کڑا کر کے وہ اس کے پیروں پر گر پڑی اور گڑگڑا کر کہنے لگی کہ ''بائی جی آپ جو چاہیں خیال فرمائیں آپ کو اختیار ہے۔ مگر میں نے تو اس وقت بھی آپ کی بھلائی ہی کی تھی جب آپ نے مجھے راؤجی کو لینے کے لیے بھیجا تھا' کیونکہ محل سے باہر نکلتے ہی مجھے شبہ ہو کہ کوئی شخص زنانے بھیس میں راؤجی پر تاک لگائے ہوئے ہے۔ اس لیے میں نے انہیں آپ کے محل میں لانا خطرے سے خالی نہ سمجھا اور اپنے گھر لوا گئی۔ راؤجی نشہ میں متاولے ہو رہے تھے۔ رات بھر سوتے رہے اور میں کٹار لیے کھڑی رہی جب ان کی نیند کھلی اور وہ اپنے ہوش میں آئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔ اگر اس میں کچھ میری خطا ہو تو معاف کریں۔'' اومادے نے یہ سب باتیں سب تو لیں پر منہ سے کچھ نہ بولی۔ بھاریلی کھسیانی ہو کر چلی گئی۔

بارات جودھ پور پہنچ گئی۔ دیوان اور وزیر بڑی دھوم دھام سے استقبال کو آئے۔ کوسوں تک فوج اور تماشائیوں کا تانتا لگ گیا۔ قلعہ میں پہنچتے ہی زنان خانے کی طرف سے باجوں کے ساتھ پھول پتوں سے سجا ہوا ایک کلسا آیا۔ راؤجی اس میں اشرفیاں ڈال کر اندر چلے گئے۔ ان کی ماں رانی پدماجی نے بیٹے اور بہو پر سے اشرفیاں نچھا

ور کیں۔ بیٹے اور بہو نے ان کے پیر چومے۔ اندر جا کر دیوی دیوتاؤں کی پوجا کی گئی اور اوما دے ایک آراستہ پیراستہ محل میں اتاری گئی۔

راؤ جی کے اور بھی کئی رانیاں تھیں اور ان کی بال بچے بھی تھے۔ پٹ رانی (خاص محل) آمیر کے راجہ بھیم کی صاحبزادی لاچھل دئی تھی۔ راؤ جی کا فرزند اکبر رام اسی رانی سے پیدا ہوا تھا۔ جھالے کی رانی سروپ دئی سب رانیوں میں حسین تھی۔ اس نے راؤ جی کا مزاج بالکل اپنے قابو میں رکھا تھا مگر جب سے اس کو معتبر خبر ملی تھی کہ اوما دے مجھ سے حسن میں کہیں بڑھ چڑھ کر ہے تب سے اس کی چھاتی پر سانپ لوٹ رہا تھا۔ ڈرتی تھی کہ کہیں راجہ صاحب مجھے نظروں سے گرا کر اسی کے بس میں نہ ہو جائیں۔ لیکن جب آج اس نے سنا کہ وہ پہلے ہی شب کو روٹھ گئیں اور یہاں آکر بھی وہی کشیدگی ہے۔ تب اس کی جان میں جان آئی۔

ماں سے رخصت ہو کر راؤ جی جھال رانی سروپ دئی کے محل میں تشریف لے گئے۔ اس نے بڑی خوشی دوڑ کر راؤ جی کے قدم چھوئے اور اپنا موتیوں کا بیش بہا ہار توڑ کر ان پر موتی نثار کیے۔ وہ اوما دے کی کشیدگی اور جھلے پن سے بہت بیزار اور رنجیدہ ہو رہے تھے۔ رانی سروپ دئی کی اس گرما گرمی اور جوش تپاک سے بہت مسرور ہوئے اور اسے شادی کا سب حال سنانے لگے۔ رانی نے سب سن کر عرض کی کہ اگر ارشاد ہو تو ایک دن میں بھی بھٹانی جی سے مل آؤں۔

راؤ جی: بھٹانی کیا ہے ایک بھاٹا (پتھر) ہے۔"

سروپ دئی: (ہنس کر) "واہ! آپ نے بڑی عزت کی بھاٹا کیوں ہونے لگیں؟ بھٹانی ہیں۔"

راؤ جی: "ہاں! بھٹانی تو ہے مگر پتھر کی بنی ہے۔ غرور کی سچی مورت۔"

سروپ دئی: "ایشور نے حسن دیا ہے تو غرور کیوں نہ کریں۔ کیا آپ کو یہ بات کبھی نہ بھائی۔؟"

راؤ جی: ''آخر غرور کی بھی کوئی حد ہے۔''

سروپ دئی: ''بھلا جو ایک بڑے گھر کی بیٹی ہو ایک بڑے راؤ کی رانی ہو نئی نویلی دلہن ہو نوجوان حسین ہو۔اس کے گھمنڈ کی کیا حد ہو سکتی ہے۔مجھ جیسے غریب گھر کی کیا گھمنڈ کرے گی؟''

راؤ جی: ''یہ سب تم نے ٹھیک کہا مگر اس کا مزاج واقعی بہت سخت اور روکھا ہے۔تم اس سے مل کر خوش نہ ہو گی۔''

سروپ دئی: اچھا تو آپ تشریف لے چلیے۔ہم سب آپ کے ساتھ ساتھ چلیں گے۔''

راؤ جی: (ہنس کر) ٹھیک ہے! تمہارے ساتھ چل کر اپنی بے عزتی کرواؤں۔

سروپ دئی: (گرم ہو کر) وہ کیا اس کا باپ بھی آپ کی بے عزتی نہیں کر سکتا۔

راؤ جی: عورت چاہے تو شوہر کی بہت کچھ توہین کر سکتی ہے۔

سروپ دئی: ''جب آپ اتنی سی بات میں اپنی بے عزتی سمجھیں گے تو اس کا گھمنڈ کیوں کر نبھے گا اور کون نبھائے گا؟''

راؤ جی: ''ہاں! یہی دیکھنا ہے۔''

اُمادے اور اس کی سوکنیں

رانی سروپ دئی نے سب رانیوں سے کہا بھیجا کے بھٹانی سے ملنے کے لیے تیاری کیجیے۔دوسرے دن سب رانیا بن ٹھن کر بڑے ٹھسے سے اومادے نے اٹھ کر رانی لاچھل دئی کو سب سے اوپر اٹھایا اور زیادہ تر اسی سے بات چیت کی۔باقی سب رانیوں سے معمولی طور پر ملی اور بہت کم بولی۔اس لیے وہ دل میں بہت گڑ بڑائیں اور اس کی شکل وشباہت کو دیکھ کر تو ان کے دلوں پر داغ پڑ گئے۔

لوٹتے پر لاچھل دئی تو اپنے محل میں چلی گئی۔باقی رانیاں سروپ دئی کے محل میں جمع ہو کر مشورہ کرنے لگیں اور بہت دماغ خرچ کرنے کے بعد یہ رائے طے پائی کہ

اومادے تو روٹھی ہی ہے۔ راؤ جی کو بھی جوڑ تو لگا کر اس سے خفا کر دینا چاہیے تاکہ وہ اس کے محل میں جانا بالکل ترک کر دیں کیونکہ اگر کبھی اس نے ہنس کر راؤ جی کی طرف دیکھ لیا تو وہ اسی کے ہو جائیں گے۔ اتنے میں راؤ جی آ گئے اور پوچھا۔ ''کہو بھٹانی جی کیسی ہیں؟''

سروپ دئی: ''ہیں تو بہت اچھی پر الھڑ پچھیری ہیں۔''

راؤ جی: ''تب تو دولتیاں بھی جھاڑتی ہوں گی۔''

سروپ دئی: ''ہمیں اس سے کیا جو پاس جائے وہ لات کھائے۔''

راؤ جی: ''سو بات کی ایک بات تو یہی ہے۔''

تب راؤ جی نے دوسری رانیوں سے بھی رائے پوچھی۔ رانی پاربتی نے کہا۔ ''مہراج وہ بڑی گھمنڈن ہیں۔ اپنے برابر ہمیں کیا ماجی کو بھی نہیں سمجھتیں۔''

جھالی رانی ہیرادئی نے فرمایا۔ ''مہراج کچھ پوچھیے۔ اپنے سوا وہ سب کو جانور سمجھتی ہیں۔''

آہڑی رانی لاچھودئی بولیں۔ ''میں تو جا کر بہت پچھتائی۔ اس کی ماں ایسی ضدی چھوکری نہ جانے کہاں سے لائی۔ اس کی آنکھوں میں نہ لاج ہے، نہ بات چیت میں لوچ، میں تو آپ کو اس کے پاس نہ جانے دوں گی۔''

سوگری رانی لاڈا نے کہا۔ ''وہ تو مارے گھمنڈ کے مری جاتی ہے۔ نہ آئے کی عزت نہ گئے کی خاطر۔ ایسی مہارانی کے پاس کوئی جا کر کیا کرے۔''

چوہانی رانی اندر بولیں ''مہاراج میں نے بہت عورتیں دیکھیں ایک سے ایک سندر، مگر ایسا پھرا ہوا مزاج کسی کا نہ دیکھا نہ جانے اس کے گورے بدن میں کون سا بھوت سما گیا ہے۔''

رانی راج بھائی نے فرمایا۔ ''گوری چٹی ہے تو کیا۔ لچھن تو دو کوڑی کے بھی نہیں۔ بڑے گھر آ گئی نہیں تو سارا گھمنڈ دھرا رہتا۔''

چھالی رانی نورنگ دئی بولیں ''جوانی کے نشے میں دیوانی ہو رہی ہے۔ یہ نہیں جانتی جوانی تو سب پر آتی ہے۔ کچھ اسی پر نہیں ہے کل جوانی جاتی رہے گی تو یہ سب دماغ خاک میں مل جائے گا۔''

یہ سب زہریلی باتیں سن سن کر راؤ جی کو بھی غصہ آ گیا۔ انہوں نے اومادے کے یہاں آنا جانا کم کر دیا۔ کبھی جاتے بھی تو اسے ایک نگاہ دیکھ کر چلے آتے۔ اومادے بھی صرف ان کی تعظیم کے لیے کھڑی ہو جاتی' کچھ بات چیت نہ کرتی۔

راؤ جی کے دو اور بھٹانی رانیاں تھیں۔ ان سے وہ اومادے کی نسبت کچھ گفتگو نہ کرتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انہیں اومادے کی شکایت ناگوار گزرے گی۔ وہ بھی راؤ جی سے کچھ نہ کہتیں پر جی میں یہی چاہتی تھیں کہ اگر ان کا اومادے سے ملاپ ہو جاتا تو بھی اچھا ہوتا۔ ایک دن موقع ڈھونڈ کر انہوں نے کچھواہی رانی لاچھل دئی سے کہا کہ اومادے نادانی سے اپنے پیر میں آپ کلہاڑی مار رہی ہے۔ ابھی کم سن ہے۔ سوتنوں کے داؤ پیچ کو کیا جانے۔ اگر یہی کیفیت رہی تو بے چاری کو زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ آپ دیکھتی ہیں کہ اب راؤ جی بھی ان کے یہاں کم جاتے ہیں مگر اس کی اکڑ بھی تک جوں کی توں ہے۔ راؤ جی ایسی مہری نہ کرنی چاہیئے۔ وہ تو ابھی الھڑ ہے۔ اگر نادانی کرے تو قابل معافی ہے۔ مگر راؤ جی عقلمند ہو کر کیوں اس سے روٹھتے ہیں؟

لاچھل دئی بہت نیک بخت اور دوررس عورت تھیں۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ میں راؤ جی سے اس کا تذکرہ کروں گی۔ پس ایک دن شام کے وقت وہ راؤ جی کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور ادھر ادھر کی بات چیت کرتے کرتے پوچھا۔ ''آپ نے نئی رانی کے پاس آنا جانا کیوں کم کر دیا؟

راؤ جی: ''میں تو برابر آتا جاتا تھا اگر اسی نے روٹھ کر مزا کرکرا کر دیا۔''

رانی لاچھل: ''وہ روٹھی کیوں مجھے اس کا بھید اب تک نہ کھلا۔''

راؤ جی: ''بھاریلی کی بدولت''

لاچھل: ''پھر آپ بھاریلی کو کیوں اتنا منہ لگاتے ہیں۔ وہ اوما دے کے برابر کی نہیں۔''

راؤ جی: ''اس میں میری کیا خطا ہے۔ اوما دے ہی نے اسے میرے پاس بھیجا تھا۔''

لاچھل: ''ٹھیک ہے۔ مگر چاہے کہ بھاریلی' بھاریلی کی جگہ رہ اور راوما' اوما کی جگہ۔''

راؤ جی: ''میں بھی تو یہی چاہتا ہوں' پر اوما نہیں مانتی۔ اس کے جی کا کچھ حال ہی نہیں کھلتا کہ آخر اس کا منشا کیا ہے۔ تم ذرا پتہ تو لگاؤ''

لاچھل: ''بہت اچھا کوئی موقع آنے دیجیے۔''

رانی لاچھل دی نے یہ سب باتیں اوما سے کہیں' اس نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ مگر اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ ہاں اوما کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہاں بھی ایک عورت ایسی ہے' جو میرے دکھ کو سمجھ سکتی ہے۔ اب سے وہ اکثر لاچھل سے ملاقات کر کے اس سے دل بہلاتے اور اسے جیجی بائی۔۔ اس کے لڑکے مار رام کو بھی بہت پیار کرتے تھی۔

منانے کی کوشش

دوسرے سال راؤ مالدیو نے اپنی سلطنت میں دورہ کرنا شروع کیا اور گھومتے ہوئے اجمیر جا پہنچے۔ وہاں کچھ دنوں تک قلع میں ان کا قیام رہا جو کسی زمانے میں بیل دیو اور پرتھی راج جیسے پرتاپی مہاراجوں کے تخت زرنگار سے مزین ہوتا تھا۔ راؤ جی کو اس قلعہ پر حکمران ہونے کا بہت ناز تھا۔ ایک روز اترا کر اپنی چوہانی رانیوں سے کہنے لگے۔ راٹھور بھلا چوہان کسی راٹھور کی زبان سے ایسی بات سن کر کیوں کر ضبط کر سکتا تھا۔ دونوں خاندانوں میں اگرچہ شادی بیاہ ہوتا تھا مگر وہ پرانی رقابت دلوں سے صاف نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ میاں بیوی میں بھی بسا اوقات ترش کلامی کی نوبت آجاتی تھی۔

رانیوں نے جواب دیا' آپ ہمارے آقا ہیں' ہم آپ کے منہ نہیں لگ سکتے' مگر ہمارے بڑے جیسے تھے آپ کے بڑے ہی خوب جانتے ہوں گے۔

یہ جواب راؤ جی کے سینے میں تیر کی طرح لگا کیونکہ یہ رانی سنجوگتا اور پرتھی راج کے سوئمبر کی طرف اشارہ تھا۔ غصہ میں بھرے ہوئے زنان خانہ سے باہر نکل آئے۔ اس وقت کالی کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ کچھ کچھ بوندیں پڑ رہی تھیں۔ راؤ جی کی آنکھوں میں نشہ تھا' دل میں غصہ اور ہاتھ میں خنجر باہر نکلتے ہی انھوں نے آواز دی ''کون حاضر ہے؟ ایشور دواس چارن نے آگے بڑھ کر مجرا اور بولا۔ ''حضور عالی! خیر اندیش حاضر ہے۔''

راؤ جی: ''ابھی آپ جاگتے ہیں' مجھے اندر نیند نہیں آئی۔ ذرا کوئی کہانی تو کہو۔ میں یہیں لیٹوں گا۔ ٹھنڈی ہوا ہے۔ شاید نیند آ جائے۔''

ایشورداس: ''جو ارشاد ہو۔ تشریف رکھیے۔''

راؤ جی بیٹھ گئے اور ایشورداس کہانی کہنے لگا۔ کہانی کے بیچ میں اس نے یہ دوہرہ پڑھا۔

مارواڑی نر ناری جیسلمیر

توری تو سندھال نراں کرل بیکانیر

یعنی مارواڑ میں مرد جیسلمر میں عورتیں' سندھ میں گھوڑے اور بیکانیر میں اونٹ اچھے ہوتے ہیں' راؤ جی نے اس دوہرے کو سن کر فرمایا۔ ''چارن جی! بے شک جیسلمیر کی عورتیں بہت اچھی ہوتی ہیں پر مجھے تو وہ ذرا بھی راس نہ آئیں۔''

ایشورداس: ''یہ حضور عالی کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ جیسلمیر کی اچھی عورت اوما دے تو۔۔۔''

راؤ جی: (بات کاٹ کر) ''اجی وہ تو پھیروں کی رات ہی سے روٹھی بیٹھی ہے۔''

ایشورداس: حضور گستاخی معاف! آپ نے اسے بھی معمولی عورت سمجھا ہوگا۔ خیر

چلیے بندہ ابھی میل کرائے دیتا ہے۔"

راؤ جی نے بھی خیال کیا کہ یہ چرب زبان شخص ہے کیا عجب ہے رانی کو باتوں میں لگا کر ڈھرے پر لے آئے۔ اس کے ساتھ اوما دے کے محل کی طرف چلے۔ یکا یک چلتے چلتے رک گئے اور ایشور داس سے بولے۔ "آپ چلتے ہیں مگر وہ بولیں گی بھی نہیں۔"

ایشور داس: "حضور میں چارن ہوں۔ چارن چاہے تو ایک بار مردے کو جگا سکتا ہے، وہ تو پھر بھی جیتی ہے۔"

دروازے پر پہنچ کر ایشور داس نے راؤ جی کو اپنے پیچھے بٹھا لیا اور اوما دے سے کہلا بھیجا کے میں راؤ جی کے پاس سے کچھ کہنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ اوما دے فوراً پردے کے پاس آ بیٹھی۔ ایشور داس نے بڑے ادب سے مجرا عرض کرنے کے بعد کہا۔ "بائی جی سلام قبول ہو۔"

اوما دے نے کچھ جواب نہ دیا۔ ایشور داس نے پھر کہا۔ "بائی جی! میرا مجرا قبول ہو۔" جب اس کا بھی جواب نہ ملا تو راؤ جی نے ایشور داس کے کان میں آہستہ سے کہا۔ "دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ وہ نہ بولیں گی۔ مردہ بولے تو بولے مگر ان کا بولنا ناممکن ہے۔"

ایشور داس: "بائی جی میں بھی آپ ہی کے گھرانے کا ہوں۔"

اسی لیے بائی جی بائی جی کرتا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم دیکھتیں کہ تمہارے خاندان کو کیسا شرمندہ کرتا۔ یہ کونسی انسانیت ہے کہ میں تو مجرا عرض کرتا ہوں اور تم جواب تک نہیں دیتیں۔

اوما دے نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔

ایشور داس نے پھر کہا۔ "بائی جی آپ نے سنا ہوگا کہ آپ کے بزرگوں میں راول دوداجی تھے۔ وہ مسلمانوں سے لڑائی میں کام آئے تھے۔ ان کی رانی نے چارن ہو

پانچی سے کہا کہ باباجی! اگر راول جی کا سر لا دو تو میں ستی ہو جاؤں۔ ہو پانچی میدان جنگ میں گئے۔ مگر کٹے ہوئے سروں کے ڈھیر میں راول جی کا سر پہچانا نہ جاتا تھا۔ اس وقت ہو پانچی نے بڑی باریک فہمی کو کام میں لا کر راول جی کی تعریف کرنا شروع کر دی اور اس کو سنتے ہی راوال جی کا سر ہنس پڑا۔ ہو پانچی اسے پہچان کر رانی کے پاس لایا۔ اس کے متعلق اب تک ایک دوہا مشہور ہے

چارن ہونپے سیو بو صاحب درج سل

بر دانتا سر بولیو' گیتا دوہا کل

یعنی ہونپا چارن نے اپنے آقا دوا جی کی خدمت کی تھی اس لیے دوا جی کا سر اپنے وفا کیش خادم کی زبان سے اپنی تعریف سن کر ہنس پڑا۔ یہ بات گیتوں اور دوہوں میں مشور ہے۔ سو بائی جی تم بھی اسی راول و دوا جی کے گھرانے کی ہو۔ وہ مر کر بولا۔ تم جیتی بھی نہیں بولتیں۔ کیا تمہاری رگوں میں بزرگوں کا خون نہیں دوڑتا۔''

اوما دے: (جوش میں آ کر) ''باباجی! میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔ دیکھوں تمہاری زبان میں کتنی قدرت ہے۔ کہو کیا کہتے ہو اور کیوں آئے ہو؟''

ایشور داس: تمہاری سوتیں کہتی ہیں کہ وہ اگرچہ ہنس میں پیدا ہوئیں' خود بھی چاند کی طرح روشن ہیں مگر چہرے پر میل ابھی تک باقی ہے۔ میں یہی پوچھنے آیا ہوں کہ یہ میل کیسا ہے اور کیوں باقی ہے؟

اوما دے: انہی سے کیوں نہ پوچھا؟

ایشور داس: وہ تو کچھ صاف صاف نہیں بتلاتیں۔

اوما دے: میں صاف ساف بتلا دوں۔

ایشور داس: اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔

اوما دے: مجھ میں یہی میل کہ میں چاہتی ہوں' راؤ جی بیوی اور باندی کی پہچان رکھیں۔

ایشور داس: اب ایسا ہی ہوگا' رانی رانی رہے گی اور باندی باندی۔

اومادے: تم اس کا پکا قول دے سکتے ہو؟

ایشور داس: ہاں ابھی۔

اومادے: اچھا ہاتھ بڑھاؤ۔

ایشور داس نے راؤ جی کا ہاتھ پکڑ کر پردہ میں کر دیا۔ اومادے نے اسے دیکھا کر کہا آہ! یہ تو وہی سخت ہاتھ ہے جس نے میرے کنگن باندھا تھا۔

ایشور داس: تو دوسرا ہاتھ کہاں سے آوے۔

یہ سن کر اومادے اندر چلی گئی اور راؤ جی بھی شکستہ خاطر ہو کر اٹھ گئے۔ مگر ایشور داس وہیں نقش قدم کی طرح جما رہا۔ ساری رات بیت گئی۔ دن نکل آیا۔ سورج کی گرم شعاعیں اس کی پیشانی پر لہرانے لگیں۔ پسینے کے قطرے اس کی پیشانی سے ڈھلنے لگے مگر اس کا آسن وہیں جما رہا اومادے نے ایک تھال میں کھانا پرس کر اس کے لیے بھیجا مگر اس نے اس کی خاطر آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا' بلکہ اندر کہلا بھیجا۔ ''بائی جی نے میرا ذرا بھی لحاظ نہ کیا۔ مجھے یہاں مرنا ہے۔ کیا بائی جی نے کبھی چارلوں کے چاندی کرنے کا واقعہ نہیں سنا۔ جب چارن کسی جھگڑے میں ہاتھ ڈالتے ہیں اور راجپوت ان کی بات نہیں مانتے تو وہ اپنی مرجاد اور آبرو قائم رکھنے کے لیے خودکشی کر لیا کرتے ہیں۔ یہ سنتے ہی اومادے گھبرائی ہوئی اس کے پاس آیا اور پوچھا کیا آپ مجھ پر چاندی کریں گے؟''

ایشور داس: ضرور کروں گا نہیں تو راؤ جی کو نسا منہ دکھاؤں گا۔

اومادے: ''تو آپ نے مجھے قول کیوں نہیں دیا۔''

ایشور داس: راجہ رانی کے جھگڑے میں' میں کیوں کر ذمہ داری لیتا۔ بیچ میں پڑے والے کا کام صرف میل کرا دینا ہے سو میں راؤ جی کو آپ کے پاس لے ہی آیا تھا۔

اومادے: انہیں لانے سے کیا فائدہ ہوا؟

ایشورداس: اور تو کوئی فائدہ نہ ہوا، ہاں میری جان کے لالے پڑ گئے۔

اومادے: خیر! یہ باتیں پھر ہوں گی، اس وقت کھانا تو کھائیے۔

ایشورداس: کھانا اب دوسرے جنم میں کھاؤں گا۔

اومادے چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد بھاریلی آئی اور گھبراہٹ کے لہجہ میں بولی۔ ''چارج جی آپ کیا غضب کر رہے ہیں۔ بائی جی نے اب تک کچھ نہیں کھایا۔''

اشیورداس: اگر بائی جی چارنوں کی اتنی عزت کرتی ہیں تو ان کی بات کیوں نہیں مانتیں۔

بھاریلی: آپ کیا کہتے ہیں؟

ایشورداس: میں یہی کہتا ہوں کہ بائی جی راؤ جی سے یہ کچھاوٹ دور کر دیں۔ اتنے میں اومادے نکل آئیں گے۔ جیسے مانو گی منائیں گے۔ میں نے یہ سب طے کر لیا ہے۔

اوما: بابا جی آپ سمجھدار ہو کر ایسی باتیں کیسے منہ سے نکالتے ہیں کیا میرے خاندان کی یہی ریت ہے۔ اور میری یہی دھرم ہے!! راؤ جی میرے سوامی ہیں۔ میں ان کی کنیز ہوں۔ بھلا میں ان سے کہہ سکتی ہوں۔ کہ آپ ایسا کیجیے ویسا کیجیے۔ میں تو روٹھنے پر بھی ان کی طرف سے دل مین ذرہ برابر کدورت نہیں رکھتی۔ اور وہ بھی جیسی چاہیے میری عزت کرتے ہیں۔ میرا غرور میری خودداری انہی کے نبھانے سے نبھ رہی ہے۔ وہ چاہتے تو دم کے دم میں میرا گھمنڈ دور کر سکتے تھے۔ انہی کی عنایت ہے کہ میں اب تک زندہ ہوں۔ خودداری ہاتھ سے کھو کر میں زندہ نہیں رہ سکتی۔

ایشورداس: شاباش! بائی جی شاباش!! باعصمت عورتوں کے یہی انداز ہیں۔

اومادے: بابا جی! ابھی سے شاباش نہ کیجیے۔ جب یہ دھرم آخر دم تک نبھ جائے تو شاباش کہیے گا۔

ایشوروداس: اچھا تو پھر تم کیا چاہتی ہو؟

اومادے: کچھ نہیں تم بھوجن کروتو میں بھی کچھ کھاؤں۔

ایشورداس: تم جاؤ کھانا کھاؤ۔ میں تو تب کھاؤں گا جب تم میرا کہنا مان لوگی۔

امادے: اچھا کہو کون سی بات کہتے ہو؟

ایشورداس: راؤجی سے روٹھنا چھوڑ دو۔

امادے: راؤجی اگر میری جان مانگیں تو دے سکتی ہوں مگر میرا دل ان سے اب نہ ملے گا۔

ایشورداس: میرے کہنے سے ملانا پڑے گا۔

تھوڑی دیر تک اومادے سوچتی رہی۔ پھر بولی "میرا جی نہیں چاہتا کہ جو بات ٹھان لوں اسے پھر توڑ دوں۔ یہ میری عادت کے بالکل خلاف ہے۔ مگر آپ کی ضد سے لاچار ہوں۔ خیر! آپ کی بات منظور۔"

ایشورداس: (خوش ہوکر) بائی جی! تم نے میری لاج رکھ لی۔ یقین مانو راؤجی تم سے باہر نہیں۔ جو کچھ تم کہوگی وہی کریں گے۔

اومادے: میں ان سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ انہیں سب باتوں کا اختیار ہے۔ مگر ہاں اگر اپنی عادت کے خلاف پھر کوئی بات دیکھوں گی تو ایک دم ان کے یہاں نہ ٹھہروں گی۔

ایشورداس: بہت اچھا یہی سہی۔ کہو تو راؤجی کو لے آؤں یا اگر تم چلنا قبول کروتو سکھ پال کا انتظام کروں۔

اوما: ابھی نہیں رات کو چلوں گی۔ آپ اب کھانا کھائیں۔

ایشورداس: پہلے میں راؤجی کو مبارکباد دے آؤں۔

ایشورداس خوش خوش راؤجی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اومادے نے پھر سے کھانا بنوا کر اس کے ڈیرے پر بھجوادیا۔

رانی پھر روٹھ گئی

راؤ جی مارے خوشی کے جامہ میں پھولے نہیں سماتے معشوق کے انتظار میں گھڑیاں گن رہے ہیں۔ راج محل سجایا جا رہا ہے۔ ناچنے گانے والیاں جمع ہو گئیں۔ گانا ہو رہا ہے۔ شراب کا دور چل رہا ہے۔ اوما دے کو بلانے کے لیے لونڈی بھیجی جا رہی ہے۔ مگر ابھی تک رانی کا بناؤ سنگار پورا نہیں ہوا۔ مانگ میں موتی بھرے جا رہے ہیں۔ چوٹی گوندھی جا رہی ہے۔ مشاطہ اسے حور بنا دینے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس کا جی ابھی تک راؤ جی کی طرف مائل نہیں ہے۔ خودداری الگ دامن کھینچ رہی ہے اور دل الگ مچل رہا ہے۔ ابھی تک جی پس و پیش میں ہے کہ جاؤں یا نہ جاؤں۔ طبیعت کسی بات پر نہیں جمتی کیسے جاؤں۔ کونسا منہ لے کر جاؤں۔ کہیں وہ یہ خیال نہ کرنے لگیں کہ آخر جھک مارکے آئیں۔ نہیں نہیں میرا جانا مناسب نہیں، مگر قول ہار چکی ہوں۔ نہ جاؤں گی تو جھوٹی ٹھہروں گی۔ وہ اسی پس و پیش میں تھی کہ پھر بلاوا آیا۔ اوما دے نے بھاریلی سے کہا تو جا کر کہہ دے آتے آتے آویں گی۔ ایسی کیا جلدی ہے؟ بھاریلی یہ سن کر سہم گئی۔ کانپتے ہوئے بولی۔ بائی جی کیا اندھیر کرتی ہو۔ مجھے کیوں بھیجتی ہو۔ کیا اور خواصیں نہیں ہیں۔ اوما دے نے کہا کوئی ہرج نہیں۔ یہ جواب دے کر جلدی سے چلی آ، وہاں ٹھہرنا نہیں۔ تجھے پھر میرے ساتھ چلنا ہوگا۔

لاچار ہو کر بھاریلی گئی۔ راؤ جی کی نظر جوں ہی اس پر پڑی وہ رانی کو بھول گئے۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا۔ وہ بہت کہتی رہی کہ جو میں کہنے آئی ہوں اسے سنیے اور مجھے جانے دیجیے نہیں تو رنگ میں بھنگ پڑ جائے گا۔ راؤ جی بولے کچھ نہیں ہوگا، تو چھوٹ موٹ ڈرتی ہے۔ بھٹانی نے تجھے میری دل لگی ہی کے لیے بھیجا ہے۔ جب تک وہ نہ آویں تو یہیں رہ۔ پھر چلی جانا۔ راؤ جی شراب کے نشہ میں چور ہیں۔ بھاریلی سے چمٹے جاتے ہیں اپنی دھن میں نہ اس کی بات سنتے ہیں نہ اسے جانے

دیتے ہیں یہاں تک کہ ناچنے گانے والیاں بھی محفل کے رنگ دیکھ کر وہاں سے کھسک جاتی ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد رانی اوما دے بناؤ سنگار کیے آئیں۔ دیکھا تو راؤ جی بھاریلی کو لیے بیٹھے ہیں۔ اسی دم الٹے قدم واپس ہوئیں۔ جی میں کہا اچھا ہوا۔ میں بھی یہی چاہتی تھی کہ میری خودداری ہاتھ سے نہ جائے۔

ادھر بھاریلی نیچوں ہی رانی کو دیکھا گھبرا کر اٹھی اور کھڑکی سے نیچے کو دپڑی۔ وہاں بھاگا نام کا ایک سنتری پہرہ پر تھا۔ زیور کی جھنکار سن کر چوکنا ہوا۔ اوپر دیکھا تو بھاریلی نیچے کو گر رہی ہے۔ لپک کر اسے بچا لیا اور اس سے پوچھنے لگا تو کون ہے؟ پرستان کی پری ہے یا اندر کے اکھاڑے کی حور۔ بھاریلی نے انگلی لبوں پر رکھ کر کہا چپ! اپنی جان کی خیر چاہتا ہے تو ابھی مجھے یہاں سے نکال لے چل۔ نہیں تو ہم تم دونوں مارے جائیں گے۔ بھاگا نے کہا میں راؤ جی کا نوکر ہوں۔ بلا حکم یہاں سے ہل نہیں سکتا۔ پہرہ پورا کرلوں تب جو کچھ تو کہے گی وہ کروں گا۔ بھاریلی نے گڑ گڑا کر کہا اس وقت تو مجھے اپنے ڈیرے پر پہنچادے پھر جیسا ہوگا دیکھا جائے گا۔ بھا گا کا ڈیرا ایشورداس کے پاس ہی تھا۔ چارن جی نے جوں ہی اسے دیکھا پہچان گئے۔ جھٹ پٹ راؤ جی کے پاس پہنچے۔ وہ گھبرائے ہوئے بیٹھے تھے۔ سب کا نشہ ہرن ہوگیا۔ ایشور کو دیکھتے ہی بہت اداس ہوکر بولے میرے ہاتھوں کے تو دونوں ہی طوطے اڑ گئے۔

ایشورداس: ان میں ایک تو اڑ جانے ہی کے قابل تھا۔ اس کا کیا افسوس۔ بھاگا سپاہی سے فرمایئے اسے اسی دم جیسلمیر پہنچا آوے۔ نہیں تو دوسرا طوطا بھی آپ کے ہاتھ نہ آئے گا۔

راؤ جی: ”اگر آپ یہی مرضی ہے تو بھاگا سے جو چاہے کہہ دیجیے۔“ ایشورداس نے اس وقت جا کر بھاریلی کو ایک سانڈنی پر سوار کرا کے بھاگا کی محافظت میں جیسلمیر کی

طرف روانہ کردیا اور واپس آ کر راؤ جی کو اطلاع کی۔

راؤ جی: ''اب تو بھٹانی جی ناراض ہوں گی۔''

ایشور داس: ''یہ میں نہیں کہہ سکتا کیوں کہ آپ ان کا مزاج جانتے ہیں۔''

راؤ جی: ''ہاں! اسی خوف سے تو میں ان کے پاس گیا نہیں' آپ جا کر دیکھیے۔ اگر ہو سکے تو منا لائیے۔''

ایشور داس: ''اب ان کا آنا بہت مشکل ہے' پر میں جاتا ہوں۔''

ایشور داس نے جا کر دیکھا' راج محل سونا پڑا ہے' اور رانی برج میں جا بیٹھی ہیں۔ خواصوں نے چاندنی تان کر پردہ کر دیا ہے۔ لونڈیاں باندیاں پہرے پر ہیں۔ پردہ کے قریب اور دو بیگمات برہنہ تلواریں لیے کھڑی ہیں۔

ایشور داس کی جرأت نہ ہوئی کہ نزدیک جائے۔ دور ہی سے دیکھ کر لوٹ آیا اور راؤ جی سے سب ماجرا کہہ سنایا۔

راؤ جی: (جھنجھلا کر) کیا بھٹانی جی برج میں جا بیٹھیں' یہ کیا حرکت کی؟''

ایشور داس: ''شاید اس برج کے بھاگ جاگنے والے تھے۔ آج وہاں وہ رونق ہے جو کبھی پرتھی راج چوہان کے تخت کو بھی نصیب نہ ہوئی ہو گی۔ چاندی کا پردہ پڑا ہے۔ ننگی تلواروں کا پہرہ ہے۔ میری تو وہاں جانے کی ہمت نہ پڑی۔ اور کیا عرض کروں۔''

راؤ جی: (استعجاب سے) کیا واقعی ننگی تلواروں کا پہرہ ہے؟''

ایشور داس: ''جی ہاں مہاراج! یقین نہ ہو تو خود چل کر ملاحظہ فرما لیجیے۔''

راؤ جی: ''تب تو ان کا ماننا بالکل ناممکن ہے۔''

ایشور داس۔ ''حضور صحیح فرماتے ہیں' رانی نے مجھ سے پہلے ہی یہ شرط کروائی تھی۔ آپ نے بڑا غضب کیا کہ ایسے نازک معاملہ میں ان کے مزاج کے خلاف کیا۔ جب ایک مرتبہ ایسی حرکت کا ناگوار تجربہ آپ کو ہو چکا تھا تو دوسری مرتبہ ضرور

ہوشیار ہونا چاہیے تھا۔ رانی کی جانب سے ان کے دل میں دغدغہ موجود تھا اور محض آپ کی آزمائش کے لیے انھوں نے بھاریلی کو بھیجا تھا۔"

راؤجی: "ہونہار نہیں ملتی۔ میں بھی بہت پچھتاتا ہوں۔ پہلی بار بھی بھاریلی کی بدولت بگاڑ ہوا تھا۔"

ایشورداس: "خیر وہ تو کسی طرح سے دور ہوئی 'بلا ٹلی۔"

راؤجی: "اس کا بھی مجھے افسوس رہے گا۔ اس بے چاری کی کوئی خطا نہ تھی۔"

ایشورداس: "(قطع کلام کر کے) ابھی تو بھٹانی جی دو چار دن تک محل آتی نہیں۔ ان کے لیے کیا انتظام کیا جائے؟"

راؤجی: میں تو کل چلا جاؤں گا۔ مجھے بیکانیر پر چڑھائی کرنی ہے۔ یہاں کا کچھ انتظام مناسب تھا پہلے ہی رد کر دیا گیا ہے۔ ہمایوں بادشاہ کے آنے کی خبر تھی وہ بھی نہیں آیا۔ پھر بیکار وقت کیوں ضائع کروں۔ تم یہاں رہو اور اس برج کے پاس قناتیں کھڑی کروا کے پہرہ چوکی کا پورا پورا بندوبست کرو۔ جب بائی کا مزاج ذرا دھیما ہو تو سمجھا بجھا کر جودھپور لے آنا میں قلعہ دار سے کہہ دوں گا۔"

راؤجی یہ کہہ کر دوسرے دن اجمیر سے روانہ ہو گئے۔ دیوان نے ان کے حکم سے رام سر پرگنہ رانی اوما دے کی جاگیر میں لکھ کر پٹہ ان کے پاس بھیج دیا۔ اب اجمیر میں رانی کی عملداری ہے۔ قلعہ دار اس کی ڈیوڑھی پر پہرہ قناعت کا انتظام کر کے روز شام سویرے سلام کو حاضر ہوتا ہے۔ اجمیر کا فوجدار روز رانی کی ڈیوڑھی پر مجرے کے لیے آتا ہے۔ اور اسی کی صلاح اور حکم سے اپنا کام انجام دیتا ہے۔ اوما دے کا نام اب روٹھی رانی مشہور ہو گیا ہے' وہ برج بھی اب روٹھی رانی کا برج کہلانے لگا ہے اور آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔

جودھپور پہنچ کر راؤ مالدیو نے سنا کہ بنگال میں ہمایوں اور شیر شاہ سے لڑائی چھڑ گئی اور دلی' آگرہ خالی پڑا ہے۔ پس اس وقت انھوں نے بیکانیر کا خیال ترک کر دیا

اور پورب کی طرف لوٹ پڑے اور ہندوں بیانا تک فتح کرتے چلے گئے وہاں سے لوٹ کر 1592ء میں بیکانیر بھی جیت لیا۔

اس اثناء میں شیر شاہ ہمایوں کو سندھ میں بھگا کر آگرہ پہنچا۔ اس کے آتے ہی وہ سب راجے، رئیس، ٹھاکر جن کے علاقے مالدیو نے دبا لیے تھے، بیکانیر کی سرپرستی میں شیر شاہ کے دربار میں فریاد کے لیے حاضر ہوئے اور اسے راؤ پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کرنے لگے۔ مالدیو بھی بے خبر نہ تھا۔ اسی ہزار سوار شیر شاہ کے مقابلے کے لیے فراہم کیے اور ایشور داس کو لکھا کہ آپ روٹھی رانی کو لے کو چلے آیئے اور اجمیر کے قلعہ میں جنگی بندوبست کرا دیجیے۔ روٹھی رانی مروں گی۔ راؤ جی کو لکھ دو۔ یہ قلعہ میرے بھروسے پر چھوڑ دیں۔ اور باقی سلطنت کی محافظت کا انتظام کریں۔

راؤ جی نے جواب دیا کہ اجمیر میں شیر شاہ لڑیں گے۔ وہاں رانی کا رہنا مناسب نہیں اگر انھیں ایسی ہی راجپوتی کے جوہر دکھانے کی خواہش ہے تو جودھ پور کا قلعہ حاضر ہے۔ ہم اسے بالکل انہیں کے بھروسہ پر چھوڑ دیں گے۔ ان کو بہت جلد لاؤ۔

ایشور داس نے تب رانی سے کہا۔ ''بائی جی! مہاراج کو آپ کی بات منظور ہے مگر اجمیر کے بدلے جودھ پور کا قلعہ آپ کو سونپا جائے گا۔ آپ وہاں تشریف لے چلیے۔ وہ اپنا گھر ہے اجمیر تو پرائی جائیداد ہے۔ تھوڑے ہی دنوں سے ہمارے قبضے میں آیا ہے۔ رانی نے کہا بہت خوب۔ جو راؤ کی مرضی ہو۔ اجمیر نہ ہی جودھ پور ہی۔ سواری کا انتظام کرو۔ اگر یہ موقع نہ آجاتا تو میں یہاں سے ہرگز نہ جاتی۔''

سوتیا ڈاہ

ایشور داس نے اجمیر کے حاکم اور قلعہ دار سے جنگی تیاریوں کا انتظام کرنے کے لیے کہا۔ اسی اثناء میں جودھ پور سے سروپ دئی اور دیگر رانیوں نے اس کے پاس ایک بڑی رشوت بھیجی اور استدعا کی کہ جس طرح ممکن ہو اس بلا کو وہیں رہنے دو۔ وہ کسی طرح جودھ پور نہ آنے پائے۔ اجمیر سے چلتے وقت ہم نے آپ سے یہی بات

کہی تھی۔ اور اب تک آپ نے اس بات کا خیال رکھا ہے۔ اب بھی وہ تمہارے ہی رو کے رکھ سکتی ہے۔ دوسرا اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ آپ راؤ جی کو سمجھائیے کہ ایسا ہر گز نہ کریں ہم اس عنایت کے لیے آپ کے بے حد احسان مند ہوں گے' چارن جی رشوت پا کر ننانوے کے پھیر میں پڑ گئے۔ کہاں تو روز تیاری کی بہت تاکید کیا کرتے تھے۔ کہاں اب ڈھیلے پڑ گئے اور تیاری میں بھی توقف ہونے لگا۔

ایک اور نیا گل کھلا۔ ہمایوں نے جو شیر شاہ سے شکست کھا کر سندھ بھاگ گیا تھا' جب سنا کہ راؤ جی لڑائی کی تیاری کر رہے ہیں تو ان کے پاس ایک ایلچی یہ پیغام دے کر بھیجا کہ آپ تنہا شیر شاہ سے جنگ آزمائی ہرگز نہ کیجیے گا۔ میں بھی آپ کا ساتھ دینے کو آ رہا ہوں۔ ہم دونوں مل کر اسے شکست دیں گے۔ اس مدد کے عوض میں آپ کو گجرات فتح کرا دوں گا۔ راؤ جی نے یہ بات مان لی اور پھر بادشاہ کو لکھا کہ آپ جیسلمیر ہو کر تشریف لائیے گا۔ وہاں والے ہمارے رشتہ دار ہیں۔ وہ آپ کا ضرور ساتھ دیں گے۔ ادھر ایشوروداس کو تاکید کی رانی کو لے کر جلد آؤ۔ ہم تمہیں کچھ ضروری کام کے لیے راول جی کے پاس جیسلمیر بھیجیں گے۔ راؤ جی کا منشا تھا کہ اس طرح ہمایوں کی اعانت کر کے اسے تخت پر بٹھا دیں اور اس کے نام سے سارا ملک اپنے تخت میں لائیں۔

ایشوروداس نے ان اہم فرائض کی بجا آوری میں اپنا زیادہ فائدہ دیکھا۔ جلد حاکم شہر اور قلعہ دار سے سواری کا انتظام کرا لیا اور روٹھی رانی کو بڑے کروفر کے ساتھ جودھ پور روانہ کر دیا۔ دوسری رانیوں نے جب یہ خبر سنی تو ہاتھ پیر پھول گئے کہ اب یہ بلا آ پہنچی۔ نہیں معلوم اس کے پاس کیا جادو ہے کہ راؤ جی اس کی بات نہ پوچھنے پر بھی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔ اب اسے قلعہ سونپ کر آپ لڑنے جائیں گے۔ خوب! عورت کیا ہے جادو کی پڑیا ہے۔ بھلا جب قلعہ اس کے اشارے پر چلے گا تو ہماری زندگی دوبھر ہو جائے گی۔ ہم سے اس کی حکومت برداشت نہ ہو گی۔ اس

میں کیا سرخاب کا پر لگا ہے کہ قلعہ اس کو سونپا جاتا ہے۔ وہ جادوگرنی ہے۔ جادوگرنی نے ساٹھ کوس سے وہ منتر مارا کہ جس کا اتار نہیں۔ ظالم' دغاباز' ایشور داس بھی اپنی طرف آ کر پھر ادھر ہو گیا۔

ایک خواص نے رانی کی یہ گفتگو سن کر کہا کہ ایشور داس پھوٹ گیا تو کیا ہوا۔ اس کا چچا آساجی تو یہیں موجود ہے۔ اس سے کام لیجیے۔ وہ ایشور داس سے بہت زیادہ ہوشیار ہے۔ رانیوں کو یہ صلاح پسند نہ آئی۔ جہانی رانی نے اسی خواص کو آساجی کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ تمہارا بھتیجا وہاں بیٹھے بیٹھے بڑی بے انصافی کر رہا ہے۔ ہمیں تو اب آپ کے سوا کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ آپ ہی ہمارا کام کر سکتے ہیں۔ کسی طرح اس بلا کو روکیے ورنہ ہم کہیں کے نہ رہیں گے۔ آسانی کہا وہ ناخلف میرے کہنے میں نہیں ہے اور جو کچھ حکم ہوا اسے بجالاؤں۔

جہانی رانی: ''بھٹانی یہاں ہرگز نہ آنے پائے۔''

آساجی: ''بہت اچھا۔ ایسا ہی ہوگا۔ نہ آنے پائیں گی۔''

جہانی رانی: ''کیسے نہ آئیں گی۔ وہ تو چل دی ہیں۔ کل پرسوں تک آ پہنچیں گی۔''

آساجی: ''آپ خاطر جمع رکھیے میں راستے میں روک دوں گا۔''

رانیوں نے زر و مال سے آساجی کو مالا مال کر دیا اور کہا کہ اگر آپ ہمارا کام کر دیں گے تو ہیرے جواہر سے آپ کا گھر بھر دیا جائے گا۔ آساجی نے راؤجی سے یہ بہانہ کیا کہ ایک ضروری کام سے گھر جا رہا ہوں اور اجازت پاتے ہی اجمیر کی طرف چلا جاؤں گا۔ جب جودھ پور سے پندرہ کوس سانہ گاؤں کے قریب پہنچا تو اسے دور سے ہاتھی کا نشان دکھائی دیا اور نقارے کی صدا کان میں آئی۔ سمجھ گیا کہ روٹھی رانی کی اصدا کان میں آ رہی ہے۔ سواری کا دور تک تانتا لگا تھا۔ ہاتھی کے پیچھے اونٹوں کا نوبت خانہ تھا۔ اس کے پیچھے گھوڑوں پر نقارہ بج رہا تھا۔ ذرا اور پیچھے سجے ہوئے جنگجو اونٹ اور پھر چیلوں کا جھنڈا ہوا میں لہراتا دکھا دیا۔ جھنڈے

کے پیچھے جنگ جوُدا اور راٹھوروں کا ایک رسالہ تھا۔ پھر ایک بندوقچیوں کی قطار۔ ان کے عقب میں تیر انداز اور اس کے بعد ڈھال تلوار والے راجپوت تھے۔ ذرا اور پیچھے ہٹ کر کوئل ہاتھی اور گھوڑے سونے چاندی میں غرض زردی و زنفت کے سامان کے لیس خوش خرامی کرتے چلتے تھے۔ ان کے بعد نقیب اور چوبدار سونے چاندی کے عصا لیے راستہ صاف کرتے چلتے تھے۔ چارن ایشور داس جی بھی پانچو ہتھیار لگائے اونچی نبے ایک سبک خرام رہوار پر اکڑے بیٹھے تھے۔ جیوں ہی ان کی نظر اپنے چچا آسا جی پر پڑی۔ گھوڑے سے اتر کر مجرا کیا اور پوچھا آپ یہاں کہاں؟ آسا جی بولے بائی جی کی پیشوائی کرنے آیا ہوں۔ دونوں وہی کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے جلوس بڑھتا چلا گیا۔ انہیں کے جھرمٹ میں رانی اومادے کا سنہرا سکھپال تھا۔ اس پر زری کا گہرا گلابی پردہ پڑا تھا جا بجا بیش بہا جواہرات اور رنگینے جڑے ہوئیت تھے جن پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ کہار اطلس و کمخواب کے لباس پہنے ہوئے تھے اس مغرق سکھپال کے پیچھے ننگی تلواروں کا پہرہ تھا پھر کئی زنانی سواریاں پالکیوں، پینسوں اور رتھوں میں تھیں ان کے پیچھے راٹھوروں کا ایک رسالہ اور رسالہ کے پیچھے فرش خانہ، توشہ خانہ رسد خانہ اور دیگر لوازمات سپاہ کی اونٹ گاڑیاں تھیں۔

آسا جی کے ہمراہی کہتے تھے کہ دیکھیں آسا جی کیسے اس دھوم دھڑکے سے چلتی ہوئی شاہانہ سواری کو روک دیں گے جس کے آگے کوئی چوں نہیں سکتا۔ اتنے میں روٹھی رانی کا سکھپال آسا جی کے برابر آپہنچا۔ اس نے بڑے ادب سے چوبدار کو آواز دی اور کہا کہ بائی جی سے عرض کرو کہ آسا چارن مجرا کرتا ہے اور کچھ عرض بھی کرنا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ دوہا پڑھا۔

مان رکھے تو پیو تج پیو رکھے تج ماں
دو می ہاتھی باندھیے ایکڑ کھمو ٹھان

یعنی اگر خودداری نبھانا چاہتی ہو تو شوہر کو ترک کرو اور شوہر کے خطر چاہتی ہو تو

خودداری چھوڑو کیوں کہ ایک ہی تھان میں دو ہاتھی نہیں باندھی جا سکتے۔

یہ دوہا سنتے ہی روٹھی رانی کا جوش پھر تازہ ہو گیا اور دل قابو میں نہ رہا۔ فی الفور حکم دیا کہ ابھی سواری لوٹے۔ جو ایک قدم بھی آگے رکھے گردن زدنی سمجھا جائے گا۔ سب لوگ حیرت میں آ گئے کہ یہ کیا ہوا۔ یکا یک یہ کایا پلٹ کیوں کر ہوئی، ایشور داس نے بہت زور مارا۔ ہاتھ جوڑے پیروں پڑا ساری لسانی خرچ کر ڈالی۔ مگر آساجی کے جادو بھرے لفظوں کے سامنے اس کی کچھ پیش نہ گئی۔ سردار سپہ سالار ہر چند آرزو منت کرتے رہے مگر اس نے کسی کی نہ سنی۔ اسی کو سانہ گاؤں میں ڈیرے ڈلوائے۔

آساجی کو ابھی تک دغدغہ تھا کہ کہیں لوگوں کے کہنے سننے سے رانی کا ارادہ پھر نہ پلٹ جائے پس جوں ہی ڈیرے پڑ گئے وہ در دولت پر حاضر ہوا اور مجرا کر کے کہا۔ ''بائی جی! آپ پر ہزار آفریں ہے۔ آپ نے جو ٹھان ٹھانی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔''

رانی: ''باباجی وہ دوہا پھر پڑھیے۔ بہت اچھا اور سچا ہے۔ میں اپنی ٹیک کبھی نہیں چھوڑوں گی۔''

آساجی: (دوہا پڑھ کر) بائی جی! راجاؤں میں سچا مانی دریودھن ہوا۔ اس کل میں آپ ہیں۔ رانیوں میں آپ کا سا اپنی بات پر قائم رہنے والا کوئی اور نہیں ہے۔

رانی: ''باباجی دریودھن نام کا تو ایک ہی راجہ ہوا ہے۔ پھر ابھاگی اما کے نام کی تو کئی رانیاں ہوئیں ان میں ایک کے نام کا یہ دوہا مشہور ہے۔

ہاردیو چھندو کیو۔ مو کیو مان مردم
اما پیو نہ چاکھیو۔ اٹرو لیکھ کرم

یعنی ہار دیا۔ چھپایا۔ عزت کھوئی۔ پھر بھی اما کو شوہر کا سکھ نصیب نہ ہوا۔ اس کی قسمت کی آڑ اڑ بڑ گئی۔

آساجی: ''بائی جی! وہ تو اما سانکھیلی تھی اور تم اما بھٹانی ہو دوں کا گھرنا بھی ایک

نہیں۔''

رانی: (روکر) ''باباجی دو ہے میں صرف اما کہا ہے۔ نکھیلی اور ہٹانی کون جانے۔''

آساجی: ''کیوں نہ جانے یہ دوہا اچل داس کا کہا ہوا ہے۔ اماوتی سا نکھیلی اس کی رانی تھی۔ اسے سب جانتے ہیں کیا تم نہیں جانتیں؟''

رانی: ''میرے اور تمہارے جاننے سے کیا ہوتا ہے۔ دوہے میں تو کوئی تشریح نہیں کی میرے اور تمہارے پیچھے کون جانے گا؟''

آساجی: تمہارے پیچھے تک اگر جیتا رہا تو تمہارے نام کو زندہ جاوید بنا جاؤں گا۔

رانی: ''بڑی خیریت ہوئی کہ آپ آ گئے۔ اگر آپ نہ آتے تو نہ جانے کیا ہوتا آپ کے بھتیجے کے دم دھاگوں میں آ کر میں اپنی مرجادا چھوڑ دیتی تو سوتینیں مجھ پر ہنستیں اور کہتیں کہ بس اتنا ہی پانی تھا۔!''

اتنے میں چوبدار نے التماس کی کہ ایشور داس حاضر ہے۔ آساجی یہ سنتے ہیں کھسک گئے۔ ایشور داس نے آ کر کہا۔ ''بائی جی! آپ نے یہ کیا ستم کیا۔ چلتی سواری راہ میں ہی ٹھہرائی۔ راؤ جی آپ کا راستہ دیکھ رہے ہیں۔ کمار رام سنگھ رائے مل اودے سنگھ اور چندر سین وغیرہ آپ کی پیشوائی کے لیے تیار ہیں۔ سارے شہر میں جشن ہو رہا ہے کہ روٹھی رانی تشریف لاتی ہیں اور راؤ جی انہیں قلعہ سونپ کر لڑنے جاتے ہیں۔ بھلا یہاں رک جانے سے لوگ اپنے دل میں کیا سمجھیں گے۔''

رانی: انتظام جو ہو وہ میرے سپرد کریں اور خود شوق سے لڑنے جاویں۔ راجپوتوں کے دشمنوں سے لڑنے میں تامل نہ کر جائیے۔

ایشور داس: ''کیا اندھیر کرتی ہو۔ یہاں رہ کر کیا کرو گی۔ راؤ جی نے اپنے پرائے سب سے دشمنی پیدا کر رکھی ہے۔ سارے خاندان میں نفاق پھیلا ہوا ہے۔ بیرم دیو میڑتیا اور مارواڑ کے دوسرے ٹھاکر اور جاگیردار جن کی زمین راؤ جی نے چھین

لی ہے۔شیر شاہ کے پاس فریاد لے کر گئے ہیں۔ایک طرف سے شیر شاہ اور دوسری طرف سے ہمایوں کے آنے کی خبریں اڑ رہی ہیں ایسی حالت میں تو یہی مناسب ہے کہ آپ جودھ پور چل کر قلعہ کی نگرانی کیجیے۔''

رانی: ''بادشاہ آتے ہیں تو آنے دو۔ مجھے ان کا کیا ڈر پڑا ہے۔میں نے تو تم سے جو بات اجمیر میں کہی تھی وہی یہاں بھی کہتی ہوں۔راؤ جی اگر کوئی کام میرے سپرد کریں گے تو میں یہاں بیٹھے بیٹھے ہی جودھ پور سنبھال لوں گی۔راؤ جی جہاں چاہیں جائیں۔اب جودھ پور نہ جاؤں گی۔ہاں اگر راؤ جی کی مرضی ہو تو راؤسر میں جا رہا ہوں۔''

ایشور داس کہہ سن کر ہار گئے۔ جب کچھ بس نہ تو جودھ پور آ کر راؤ جی سے عرض کی کہ میں تو بائی جی کو یہاں آنے پر راضی کر لیا تھا مگر آسا جی نے بنی بات بگاڑ دی۔ ساری محنت پر پانی پھیر دیا۔آپ نے اسے بھیجا کیوں! رانی او ما دے کو تو آپ جانتے ہی ہیں۔آسا جی نے جاتے ہی مان مرجادو کا ذکر چھیڑ دیا بس وہ مچل گئیں۔ اور کوسانے میں ڈیرے ڈال دیئے۔ میں نے بہت عرض معروض کی مگر انھوں نے ایک نہ سنی کسی نے پاگل سے پوچھا۔گاؤں کیوں جلایا۔اس نے کہا خوب یاد دلا دیا اب جلاتا ہوں۔''

راؤ جی: ''پھر اب کیا کرنا چاہیے کسے بھیجوں؟''

ایشور داس: ''مجھے تو ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو انہیں جا کر منائے۔اور وہ بھی آسا جی کے ہوتے۔''

راؤ جی: ''آسا جی تو مجھ سے گھر جانے کی رخصت لے گئے تھے۔''

ایشور داس: ''بس اس میں کچھ چال ہوئی۔''

راؤ جی: ''چال کیسی؟''

ایشور داس: ''کوئی خاص بات نہیں کہتے کہتے رک گئے کیوں کہ خود بھی رشوت

ہضم کیے بیٹھے تھے۔"

راؤجی: "تو کچھ سوچو کیا کرنا چاہئے؟"

ایشوروداس: "فی الحال تو آساجی کو حکم ماننا چاہئے۔ کہ یہاں سے چلے جائیں۔ پھر دیکھا جائے گا۔"

اتنے میں ہمایوں سندھ سے مارواڑ میں آیا اور آگرہ سے شیر شاہ کے سفیر راؤجی کے پاس یہ پیغام لے کر پہنچے کہ ہمایوں کو پکڑنا ہرگز نہ جانے دینا۔ اس کے بدلے میں گجرات فتح کرکے تمہیں دیا جائے گا۔ یہ سن کر راؤجی دبدھا میں پڑ گئے۔ یہ خبر ہمایوں نے بھی سنی۔ ادھر نہ آیا اوپر ہی اوپر لوٹ گیا۔ اس کے ہمراہیوں نے مارواڑ میں گاؤکشی کی تھی۔ راؤجی نے اس شرانگیزی کا انتقام لینے اور نیز شیر شاہ کی نظروں میں وفادار بننے کی غرض سے اپنی فوج ہمایوں کے پیچھے روانہ کی مگر وہ بچ کر نکل گیا۔

راجپوتوں کی بہادری

شیر شاہ نے جب سنا کہ ہمایوں صاف بچ کر نکل گیا تو اس شک ہوا کہ راؤجی کی ضرور اس سے سانٹھ گانٹھ ہے۔ بگڑ گیا اور فوراً مارواڑ پر چڑھ دوڑا۔ راؤجی اجمیر جانے کو تو پہلے ہی سے تیار تھے۔ اب میڑتہ کا راستہ چھوڑ کر جیتارن کے راستہ سے چلے۔ جودھ پور کے فوجدار نے راؤجی کے حکم سے کوسانہ میں جا کر رانی اومادئی کے جلوس کا انتظام میڑتہ کے حاکم سے لے لیا۔ میڑتہ کے حاکم اور آساجی دونوں رخصت ہوتے وقت رانی کے سرکار سے خلعت پائے۔ حاکم میڑتہ کو گیا۔ آساجی جیسلمیر سدھارے۔ راؤجی نے نادر شاہی حکم دے دیا تھا۔ کہ تم آج سے ہماری سلطنت میں نہ رہنا۔

جب راؤجی اجمیر پہنچے تو شیر شاہ نے سنا کہ ان کے پاس 80 ہزار سوار ہیں۔ سنتے ہی سناٹے میں آگیا۔ ہیاؤ چھوٹ گیا۔ آگے قدم نہ اٹھے مگر بیرم جی میڑتے نے کہا آپ چلیں تو سہی میں راؤ کو دم کے دم سے بھگائے دیتا ہوں۔ ہندوؤں میں ناچاقی

ونفاق نے ہمیشہ ملک ویران کیے ہیں اور غیروں سے ہمیشہ زکیں دلائی ہیں۔ یہ بیرم جی میڑتہ کا سردار اور اس بہادر جمیل کا باپ تھا۔ جس نے چتوڑ کے محاصرہ میں اکبر کو ناکوں چنے چبوائے تھے اور جس کے نام پر آج تک سارا راجستھان ناز کرتا ہے۔ راؤ جی نے اسے میڑتہ سے نکال دیا تھا۔ اسی کا انتقام لینے کے لیے وہ شیر شاہ سے جا ملا تھا۔

شیر شاہ کو بیرم جی کے کہنے کا یقین نہ ہوا۔ وہ پھونک پھونک کر قدم دھرتا آگے کو چلا مگر جب اجمیر بہت قریب رہ گیا تو اس نے ان سے کہا کہ اب آپ اپنی ہوشیاری دکھائیے۔ بیرم نے کہا بہت خوب چنانچہ اس نے راؤ مالدیو جی کے سرداروں کے نام فارسی میں اس مضمون کے فرمان لکھے۔

''ہم آپ صاحبوں کے متواتر تقاضوں سے مجبور ہو کر یہاں تک آپہنچے ہیں۔ اب آپ لوگ اپنے عہد و پیاں کے مطابق راؤ جی کو گرفتار کر کے ہمارے پاس لے آئیں۔ خرش کے لیے فیروزیاں بھیجی جاتی ہیں۔''

بعد ازاں متعدد ڈھالیں منگا کر ایک فرمان ان کی گدی میں رکھ کر سی دیئے اور جس ڈھال میں جس سردار کا نام فرمان تھا وہ اسی سردار کے پاس بھیجنے کے لیے بھیجا اور بیچنے والے سے کہہ دیا کہ وہ جس دام میں لیں دے آنا۔ نفع نقصان کا خیال نہ کرنا۔ پھر کئی فیروزیاں شیر شاہی خزانہ سے لے کر کچھ تو آپ رکھ لیں اور باقی اپنے آدمیوں کے ہاتھ راؤ جی کے اردو بازار میں جوار سستے داموں میں بکوا ڈالیں۔ اس طرح راؤ جی کے سرداروں نے لڑائی کی ضرورت ڈھالیں سستی مہنگی خریدیں۔

یہ کاروائی کر کے رات کو بیرم جی راؤ مالدیو کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ نے میڑتہ مجھ سے چھین لیا اور بیکانیر کے راؤ جیتسی کو مار ڈالا۔ لہذا اگر شیر شاہ سے مل جائیں تو حق بجانب ہے پر آپ کے سردار اس سے کیوں ملنے گئے ہیں۔ غالباً انہوں نے خوب رشوت لی ہے۔''

راؤ جی: ''اجی مجھے تو اس کی خبر نہیں۔ اس کا کوئی ثبوت بھی ہے۔''

بیرم: ''ثبوت کیوں نہیں ہے۔ اپنے سرداروں کی ڈھالیں دیکھئے۔ ان کی گدیوں میں بادشاہ کے فرمان ہیں۔ اس کے علاوہ لاکھوں فیروزیاں بادشاہ سے لی گئی ہیں۔ کیا بازار میں نہ بکی ہوں گی؟''

بیرم یہ پھلجھڑی چھوڑ کر چلتا بنا۔ پر راؤ جی پھیر میں پڑ گئے۔ آدمی بھیج کر فیروزیوں کا پتہ چلایا تو وہ سب رئیسوں کے پاس نکلیں۔ ان سے پوچھا تو جواب ملا کہ اپنے ہی آدمی بیچ گئے ہیں۔

دوسرے دن جب وہ سردار مجھرے کو آئے تو راؤ جی نے ان کے پاس نئی نئی ڈھالیں دیکھ کر کہا یہ کہاں سے آئیں۔ جواب ملا کہ بیوپاریوں سے خریدی گئی ہیں۔ راؤ جی نے دیکھنے کہ بہانے سے سب ڈھالیں رکھ لیں۔ دربار برخواست ہو جانے کے بعد انہیں چروا کر دیکھا تو وہی فرمان ملے جن کا ذکر بیرم نے کیا تھا۔ منشی بلوا کر پڑھوایا تو مضمون بھی وہی نکلا۔ اب یقین کامل ہو گیا کہ سردار لوگ مجھے ضرور دغا دیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ بیرم جی کی چال کام کر گئی۔ مگر اس کا باعث یہ نہیں تھا کہ چال بذات خود اچھی تھی بلکہ اس کے کہ راؤ جی کو اپنے سرداروں پر پہلے ہی سے کچھ شبہ تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کل سرداروں کی ڈھالوں میں فرمان دیکھ کر فوراً تاڑ جاتے کہ مجھے دھوکہ دیا گیا ہے۔ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا تھا کہ سب سردار ڈھالوں ہی میں یہ فرمان چھپاتے۔ کیا انہیں اور کوئی جگہ نہ ملتی تھی اور پھر سب کے سب نئی ڈھالیں! یہ تکیے راؤ جی کے ذہن میں نہ آئے۔ مار رام سے تو پہلے ہی بدظن ہو رہے تھے۔ اب سرداروں پر سے بھی اعتبار جاتا رہا۔ اسی دم حکم دیا کہ فوج یہاں سے کوچ کرے۔

اس حکم نے تمام فوج میں کھلبلی مچا دی۔ پر جوش راجپوت اپنے اپنے ارمان نکالنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ کوئی تلوار صاف کر رہا تھا کوئی تیر و کمان پر مشق کر رہا تھا۔

کوئی وردی سنبھال رہا تھا۔ ساری فوج میں دوسرے دن لڑنے کی خوشی ہی خوشی پھیلی ہوئی تھی کہ یکایک راؤجی کا یہ حکم صادر ہوا۔

سرداروں کو فوراً کھٹکا ہوا کہ راؤجی ہم سے بدظن ہو گئے ورنہ جیتی جتائی لڑائی چھوڑ کر یوں کوچ کا حکم ہرگز نہ دیتے۔ سب کے سب جمع ہو کر راؤجی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی آپ ہماری طرف سے دل میں کسی قسم کی بدگمانی نہ رکھیے۔ ہم مرتے دم تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ ہم لڑ کر جان دے دیں گے، مگر میدان سے منہ نہ موڑیں گے۔ ہم شیر شاہ سوری سے ہرگز نہیں ملے۔ ضرور آپ کو کسی نے مغالطہ میں ڈال دیا ہے، پر راؤجی کو یقین نہ آیا اور فوج کوچ کرنے کی تیاری کرنے لگے۔

شیر شاہ نے غنیم کو یوں میدان سے بھاگتے دیکھ کر بیرم جی اور دوسرے سازشی سرداروں کے ہمت دلانے سے راؤجی کا پیچھا کیا۔ جب راؤجی بابرہ ضلع جیتارن کے پاس سمبل ندی سے اترے تو ان کے سورما سردار جیتا اور کونپا نے عرض کی کہ یہاں تک جو سرزمین ہم پیچھے چھوڑ آئے ہیں وہ آپ کی جیتی ہوئی تھی اور ہمارے قبضہ میں تھوڑے ہی دنوں سے تھی مگر اب یہاں سے آگے ہمارے بزرگوں کی جائیداد ہے۔ ہم ایسے کپوت نہیں ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کے ملک کو یوں سہج میں چھوڑ کر چلے جائیں آپ جاتے ہیں خوشی سے جایئے۔ ہم تو شیر شاہ سے یہیں جم کر لڑیں گے وہ بھی تو دیکھے کہ راجپوت زمین کے لیے کیسی بے دردی سے لڑ کر جان دے دیتے ہیں۔

راؤجی نے کہا یہاں لڑنا فضول ہے۔ اب چلتے ہیں تو جودھپور ہی پہنچ کر لڑیں گے مگر جیتا کونپا نے نہ مانا۔ وہ اپنے دس ہزار جانباز دلاور راٹھوروں کو لے کے پلٹے اور بادشاہی فوج پر پل پڑے اور ایسا جی توڑ لڑے کہ بادشاہ سمجھا اب ہارا۔ مبر دس ہزار راجپوت پچاس ہزار آدمیں کے مقابلے میں کیا کر سکتے تھے۔ ہاں انہوں نے اس

راجپوتے دلیری کا نمونہ دکھایا جو فتح پور سیکری' ہلدی گھاٹ' چتوڑ گڑھ کے میدانوں میں بارہا ظاہر ہو چکی ہے اور اگرچہ سب کے سب کھیت رہے مگر اپنی بہادری کا سکہ بادشاہ کے دل پر جما گئے۔ شیر شاہ نے خدا کا دوگانہ شکریہ ادا کیا اور سرداروں سے کہا بڑی خیریت ہوئی ورنہ مٹھی بھر باجرے کے لیے ہندوستان کی سلطنت ہاتھ سے گئی تھی۔ دوسرے دن اس ہار کی خبر پا کر راؤجی نے سیوانے کی طرف باگ موڑی۔ جودھپور کو لکھا کہ قلعہ کی خوب تیاری کرو اور رانیوں کو ہمارے پاس بھیج دو۔ روٹھی رانی کو بھی یہی پیغام دے دو۔ قلعہ دار نے حکم پاتے ہی سب رانیوں کو سیوا کرنے بھیج دیا۔ جودھپور سے پچھم میں تیس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اور خود قلعہ درست کر کے لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو بیٹھا جو راٹھور سردار جی کو بدگمانی سے رنجیدہ خاطر ہو کر الگ ہو گئے تھے اور نیز وہ جو جیتا اور کونپا کے ہمراہیوں میں سے بچ رہے تھے' وہ سب مل کر کوسانے میں روٹھی رانی کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس طرح رانی کے پاس جانبازوں کی ایک خاصی جماعت تیار ہو گئی۔ رانی نے باجود قلعہ دار کے متواتر تقاضوں کے کوسانے سے کوچ نہ کیا۔

شیر شاہ خود تو نہ آیا مگر اس نے اپنے سردار خواص خان کو پانچ ہزار سپاہیوں کے ساتھ جودھپور فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے آ کر قلعہ گھیر لیا۔ قلعہ دار اس سے کئی دن تک لڑا۔ مگر جب قلعہ کا سب پانی خرچ ہو چکا تو اس نے دروازہ کھول دیا ایک گھمسان لڑائی لڑ کر مر گیا۔ قلعہ پر خواص خان کا قبضہ ہو گیا۔ اس طرح راؤجی کی بد گمانی اور بزدلی نے دشمنوں کے ہاتھ میں زبردستی فتح کا جھنڈا دے دیا۔

جیتا اور کونپا کے مارے جانے کے بعد بھی راؤجی کے پاس ستر ہزار سپاہ تھی۔ اگر بجائے سیوانے کے جودھپور آتے اور ساری جماعت سے مقابلہ کرتے تو یقین تھا کہ بادشاہ کو شکست ہوتی ورنہ یہ نوبت آ گئی کہ پانچ ہزار آدمیوں نے جودھپور کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ راجپوتوں نے جہاں بے حد دلاوری دکھائی ہے۔ وہاں بسا

اوقات فنون سپہ آرائی اور نقل و حرکت کی خامی کا ثبوت دیا ہے۔ خواص خاں نے قلعہ پر اپنا تسلط جما کر فوج کا ایک حصہ بیکانیر کو روانہ کیا کہ وہ راؤ جیستی کے لڑکے کلیان مل کا وہاں عمل دخل کرا دیا۔ اسی طرح بیرم جی کے ساتھ بھی تھوڑی سی فوج میڑتہ فتح کرنے کے لیے بھیجی۔

اتنے میں خواص خاں کو خبر ملی کے راٹھور کو سانے میں جمع ہو رہے ہیں۔ وہ فوراً پہنچا اور روٹھی رانی سے کہلایا کہ یا تو ہم سے لڑو یا جگہ خالی کرو۔ رانی نے جواب دیا کہ میں لڑنے کو تیار ہوں۔ تیرا جب مزاج چاہے آ جا میں عورت ہوں تو کیا مگر راجپوت کی بیٹی ہوں۔

خواص خان نے اپنے سرداروں سے صلاح کی کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا ابھی تھوڑے سے راجپوتوں نے بادشاہ سے لڑ کر آفت مچا دی تھی۔ ان کے ساتھ راجہ بھی نہ تھا۔ اگر وہ ہوتا تو نہیں معلوم کیا غضب ہو جاتا۔ اب پھر انہیں سے خواہ مخواہ جھگڑا مول لینا کیا ضروری ہے۔ اگر چہ راجہ یہاں نہیں ہے مگر رانی تو ہے اس کے سردار اپنی رانی کی عزت بچانے کے لیے جی توڑ کر لڑیں گے اور رانی خود بھی دبنے والی نہیں نظر آتی۔ خواص خاں نے کہا یہ تو ٹھیک ہے پر اگر یہاں سے بلا لڑے چلا جاؤں گا تو لوگ کہیں گے کہ مرد ہو کر ایک عورت کے سامنے سے بھاگ گیا۔ سرداروں نے جواب دیا عورت سے نہ لڑنے میں اتنی ذلت نہیں جتنی اس سے ہار جانے میں۔ آخر کار یہ فیلہ ہوا کہ اس امر میں بادشاہ کے رائے کی استدعا کی جائے۔

بادشاہ اس وقت اجمیر میں تھا اور رانا اودھے سنگھ پر چڑھائی کرنے کی فکر میں تھا۔ خواص خاں کی عرضی پہنچتے ہی اس نے جواب دیا کہ اب اس بھڑوں کے چھتے کو نہ چھیڑو۔ جہاں تلک قبضہ میں آ گیا ہے اسی کو غنیمت سمجھو۔ ہاں اگر وہ خود لڑنے آئیں تو میدان سے نہ ہٹو۔ یہ جواب پا کر خواص خاں نے روٹھی رانی سے لڑائی کرنے کا

ارادہ ترک کر دیا۔ہاں اس کے پاس کہلا بھیجا کہ یہاں میرا لشکر پڑا ہے حکم ہو تو وہاں ایک گاؤں بسا کر چلا جاؤں تاکہ آپ کے ملک میں میرا بھی نشان رہ جائے۔

رانی نے کہا۔نام نیکی سے رہتا ہے گاؤں بسانے سے نہیں۔اس وقت جودھپور کا حاکم ہے اگر تو رعایا کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گا۔اسے آرام چین سے رکھے گا تو آپ تیری یادگاریں بناویں گے۔

خواص خاں نے گزارش کی "خدا آپ کی زبان مبارک کرے۔میں جو اپنے ہاتھ سے کر جاؤں۔وہی اچھا ہے۔پھر نہیں معلوم یہاں میرا رہنا ہو یا نہ ہو۔"

رانی نے اپنے سرداروں سے مشورہ کیا۔انہوں نے کہا کیا نقصان ہے۔اپنے دیس میں ایک اور گاؤں بڑھ جائے گا۔چنانچہ رانی نے خواص خاں کی درخواست منظور کر لیر اور وہ نیک مرد خواص پور بسا کر سمت 1600 میں وہاں سے چل بسا۔

راؤ جی کی وفات

سمت 1602 میں شیر شاہ اس دار فانی سے سدھارا۔اس نے سلطنت کا انصرام بڑی دھوم دھام سے کیا تھا اور اس کی انصاف پسندی ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گی۔راجہ ٹوڈرمل اسی بادشاہ کے دربار میں پہلے نوکر تھا اور وہ آئین لگان جو اکبر کے نام سے منسوب ہیں اسی بادشاہ کی تدبیر کے نتیجے ہیں۔

شیر شاہ کی وفات کی خبر پھیلتے ہی راؤ جی کے راجپوت ادھر ادھر سے خواص خاں پر حملہ کرنے لگے۔وہ بھی کچھ دنوں تک ان کا بڑی جوانمردی سے سامنا کرتا رہا آخر کار جودھپور کے بازار میں مارا گیا۔روٹھی رانی کی ہدایت سے اس نے جودھپور والوں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا تھا۔اس لیے وہ لوگ اس کی لاش کو بڑی عزت سے خواص پور لے گئے۔وہاں اس کا مقبرہ بنوایا' اس کے نام کا گاؤں بنوایا' باغ لگوایا اور ایک یادگار قبر جودھپور میں بنوائی۔دونوں جگہ اس کی قبر پر منتیں چڑھنے لگیں۔ہندو مسلمان دونوں آج تک وہاں چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔فاتحہ پڑھتے ہیں

اور اس کا نام عزت سے لیتے ہیں۔ یہ سب اس کی نیکی کا پھل ہے جو بہت کم بادشاہوں کو میسر ہوا ہے۔

راؤ جی بھی سیوانے سے راستہ کے افغانی تھانوں کو اٹھاتے ہوئے لڑتے بھڑتے جودھپور پہنچ گئے اور پھر سے جودھپور میں راٹھوروں کا راج ہوا۔ اس کے ساتھ ہی خانگی جھگڑے بھی شروع ہوئے جن کا باعث جھالی رانی سروپ دئی تھی۔

راؤ جی کا بڑا بیٹا کمار رام رانی لاچھل دئی کچھواہی سے پیدا ہوا تھا۔

اور اودے سنگھ اور چندرسین رانی سروپ دئی سے تھے۔ ہیرا دئی اور سروپ دئی دونوں چچیری بہنیں تھیں۔ وہ اپنے اپنے بیٹوں کے فائدے کے خیال سے راؤ جی کو کمار رام کی طرف سے جھوٹی سچی باتیں بنا بنا کر بدظن کیا کرتی تھیں۔ رام بھی راؤ جی کو اپنی طرف سے کھچا دیکھ کر کھچا رہتا تھا اور ارکین سلطنت راؤ جی کی تلون طبعی و کمزوری کو دیکھ کر رام کو بھڑکاتے رہتے تھے۔

مارواڑ کے امیر گھرانوں میں مردوں کے لیے ڈاڑھی ترشوانے اور عورتوں کے لیے ہاتھی دانت کا چوڑا پہننے کے دو بڑی خوشی کے موقع ہیں۔ ان تقریبوں میں خوب محفلیں آراستہ ہوتی ہیں۔ خوب دعوتیں کھلائی جاتی ہیں۔ رام 1604 میں سولہ برس کا ہوگا۔ اس کے تھوڑی ڈاڑھی مونچھیں بھی مکمل آ گئیں۔ ڈاڑھی جب تک ٹھڈی کے اوپر بیچ میں سے نہیں تراشی جاتی۔ اس وقت ہندو مسلمانوں میں کوئی امتیاز ی علامت نہیں رہتی۔ گویا ہندو اور مسلمان میں ڈاڑھی کی ہی پہچان ہے۔ رانی لاچھل دئی نے اپنے بیٹے کمار رام کی ڈاڑھی چھٹوانے کا سامان کر کے راؤ جی سے اس رسم کے ادا کرنے اور جشن منانے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے منظور کر لیا۔ مگر چونکہ جودھپور میں بہت گرمی تھی اس لیے رام کی تجویز ہوئی کہ منڈور میں جا کر خوشیاں منائے۔

جو دلکش باغوں اور نظاروں سے بھرا ہوا ہے اس بہانے سے وہ منڈور چلا آیا اور

یہاں اپنے دوستوں اور معاونوں اور رازداروں کو جمع کر کے بولا راؤ جی ضعیف ہو گئے ہیں۔ ان کی بدانتظامی سے ملک میں جھگڑے مچے ہوئے ہیں۔ اپنے عزیز لوگ روز بروز دشمنوں سے ملتے جاتے ہیں۔ پس آج یہاں سے چلتے ہیں انہیں پکڑ لاؤ اور قید کرو تا کہ ملک میں امن وامان ہو جائے' یہاں یہ صلاح ہوتی رہی ادھر راؤ جی کو بھی اس کی خبر لگ گئی۔ انہوں نے جھٹ پٹ کچھواہی رانی لاچھل دئی کو ڈیوڑھی پر پالکی بھجوا دی اور کہلایا کہ ابھی قلعہ سے نیچے آجاؤ۔ راؤ جی نے پوچھا میری خطا؟ جواب ملا کے تیرا بیٹا تجھ سے بتا دے گا۔ رانی کو اسی دم قلعہ چھوڑنا پڑا۔ شام کو رام بھی بشہ نخوت میں جھومتا ہوا آیا اور قلعہ میں جانے لگا تو قلعہ دار نے کہا آپ کو اندر جانے کا حکم نہیں ہے۔ رام نے کہا کہ جا کر راؤ جی سے پوچھو میں نے کونسی خطا کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا تم ناخلف ہو اور قلعہ میں رہنے کے قابل نہیں۔ بہتر ہے کہ تم گونڈوج چلے جاؤ۔ وہیں تمہارے لیے سب انتظام کر دیا جائے گا۔ مجبوراً رام اپنی ماں کے ساتھ گونڈوج چلا گیا۔ جھالی رانیوں نے جب یہ کام اپنے مطابق کرا لیا تو اب روٹھی رانی کے درپے ہوئیں کہ کسی طرح یہ سل چھاتی پر سے سرک جاتی تو پھر کسی بات کا کھٹکا نہ رہتا۔ ہمارے ہاتھ میں راؤ جی ہی ہیں۔ جو چاہتے کرتے۔ چنانچہ راؤ جی کے کان بھرنے لگیں کہ روٹھی رانی ہی کے اشارے سے رام ایسا نافرمانبردار اور مفسدہ پرداز ہو گیا ہے۔ رانیوں کے ایما سے اور لوگوں نے بھی روٹھی رانی کی شکایت کی۔ یہاں تک کہ راؤ جی نے اسے بھی گندوج بھیج دیا۔ اب کی بار شوہر کا حکم اس نے بڑے شوق سے مانا کیوں کہ کچھواہی رانی اور کمار رام سے اس کی بہت محبت ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ وہ راؤ جی کو اتنی تشویشوں میں مبتلا دیکھ کر انہیں دق کرنا مناسب نہ سمجھتی تھی۔ جس دن اس کے گونڈوج جانے کی خبر نواس میں پہنچی۔ اس کے سوتوں کے گھر گھی کے چراغ جلے۔

کمار رام کی شادی رانا اودے سنگھ کی لڑکی سے ہوتی تھی۔ گندوج میں اپنا نباہ نہ

دیکھ کروہ اودے پور چلا گیا۔ رانا نے اس کے بڑی خاطر مدارات کی اور موضع کیلوہ اس کے قیام کے لیے دیدیا جو مارواڑ سے بہت نزدیک ہے۔ تھوڑے دنوں میں رام اپنی ماں اومادئی دونوں کو اسی جگہ لے گیا اس طرح جھالی رانیوں کی آنکھ کا کانٹا نکل گیا۔ راؤ جی خارجی اور اندرونی تردوات سے فرصت پا کر تسخیر ممالک میں مصروف ہو گئے اور بہت سے کھوئے ہوئے علاقے پھر لے لیے بلکہ کئی نئے علاقے بھی فتح کیے۔

مگر فتوحات کا سلسلہ بہت جلد ٹوٹ گیا۔ اکبر کے تخت پر آنے اور زور پکڑ نے سے راؤ جی کو اپنی ہی پگڑی سنبھالنی دشوار ہوگئی۔ رفتہ رفتہ کتنے علاقے ہاتھ سے نکل گئے۔ جواں بخت بادشاہ کی پرجوش یلغاروں کا بوڑھا راؤ کیا سامنا کرتا۔ اس کی زندگی کے دن بھی پورے پورے ہو گئے تھے۔ آخر 1619 کے کاتک مہینہ میں راؤ ملدیو نے بڑی کامیابی سے سلطنت کرنے کے بعد جنت کی راہ لی۔

روٹھی رانی کا ستی ہونا

رانیاستی ہونے کی تیاریاں کرنے لگیں۔ جھالا رانی کو اس کے بیٹے چندرسن نے ستی ہونے سے روک لیا اور کہا کہ دو چار دن میں سب سردار باہر آ جائیں گے۔ ان سے میرہ اعانت کا وعدہ کرا کے تب ستی ہونا۔ جھالا رانی نے چندرسین کو باوجود اودے سنگھ سے چھوٹے ہونے کے راؤ جی سے کہہ سن کر ولی عہد بنوادیا تھا۔ رانی ہیرادئی نے بھی سمجھایا کہ چندرسین کو اس طرح چھوڑ کر ستی ہونے میں بہت نقصان ہوگا۔ آخر رانی سروپ دئی ٹھہر گئی۔ اس وقت ستی نہ ہوئی۔ دوسری رانیاں، خواصیں، رکھیلیاں جو شمار میں اکیس تھیں، راؤ جی کی لاش کے ساتھ جل مریں۔

راؤ جی کے مرنے کی خبر بہت جلد سارے دیس میں پھیل گئی۔ ان کے بڑے بڑے سردار اپنے سر منڈوا کر اور جودھ پور میں آنے لگے۔ رانی سروپ دئی نے وفات کے پانچویں دن سب سرداروں کو اکھٹا کیا اور ان سے کہا کہ راؤ جی نے

میرے بیٹے چندرسین کو اپنے ہاتھ سے ولی عہد بنایا تھا۔ اب میں آپ کے ہاتھوں میں یہ فیصلہ چھوڑ کر ستی ہوتی ہوں۔ سرداروں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ چندرسین ہمارے راؤ ہیں اور ہم ان کے چاکر۔

اس جھمیلے میں اور کئی دن کی دیر ہو گئی۔ رانی روز ستی ہونے کی تیاری کرتی مگر ایک نہ ایک ایسا سبب پیدا ہو جاتا جس سے رکنا پڑتا۔ آخر اسے غصہ آ گیا۔ بیٹے سے جھلا کر بولی: تو نے اپنے راج کے لیے مجھے راؤ جی کے ساتھ جانے سے روک لیا اور ابھی تک تو خود غرضی کی دھن میں میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ مگر جس راج کے لیے میرا دھرم تو نے توڑا اس راج سے تو یا تیری اولاد کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے گی۔ یہ بد دعا دے کر رانی سروپ دئی نے چتا بنوائی اور راؤ جی کی پگڑی کے ساتھ ستی ہو گئی۔

دوسری پگڑی وفات کے تیسرے ہی دن کیلوہ میں پہنچی جہاں کچھوائی رانی اور راؤ مادئی کمار رام کے ساتھ رہتی تھیں۔ اس پگڑی کو دیکھتے ہی روٹھی رانی اور اودمادئی کمار رام کے ساتھ چھوڑ دی۔ اس کا سارا گھمنڈ دور ہو گیا۔ رو کر کہنے لگی اب کس سے روٹھوں گی۔ جس سے روٹھی تھی وہی اب نہ رہا تو جی کر کیا کروں گی۔ اس نے میری مان رکھ لی۔ اس نے میرا گھمنڈ نباہ دیا۔ اب میں کس لیے جیوں۔ میری چتا ابھی بنواؤ۔ میں راؤ جی کا ساتھ نہ چھوڑوں گی۔ ادھر لاچھل دئی بھی ستی ہونے کی تیاری کرنے لگی مگر اس کا بیٹا رام اپنے باپ کا جانشین بننے کی دھن میں ماں کو ستی ہونے تک نہ ٹھہرا۔ اودے پور چل دیا۔ اس کی یہ عجلت اور بے ادبی ماں کو بہت ناگوار ہوئی۔ کف افسوس مل کر بولی: رام! تیرے لیے ہمیں جودھ پور چھوڑ کر یہاں دن کاٹنے پڑے اور تو ہمیں اس طرح چھوڑ کر بھاگا جاتا ہے۔ جا! اگر میری زبان میں کچھ اثر ہے تو تجھے کبھی مارواڑ میں رہنا نصیب نہ ہوگا۔ تو یا تیری اولاد کبھی مارواڑ کا راج نہ کرے گی۔ ہمیشہ دوسرے ملک کی خاک چھانتی پھرے گی۔

چتا تیار ہوتے ہی یہ خبر دور دور تک پھیل گئی کہ روٹھی رانی بھی راؤ جی کی پگڑی کے

ساتھ ستی ہوتی ہے۔ چار چار پانچ پانچ کوس سے لوگ اس ستی کا درشن کرنے کے لیے دوڑے۔ سب ہاتھ جوڑ کر کہتے تھے۔ ستی ماتا تجھے آفریں ہے۔ سچی ستی اس کلجگ میں تو ہی ہے۔ دھن ہے تجھ کو اور تیرے ماں باپ دھن ہے اس دیس مارواڑ کو جسے تو ستی ہو کر پاک کر رہی ہے۔ لاچھل دئی! تجھے بھی دھن ہے۔ تم دونوں ہی عصمت کی دیویاں ہو۔ تمھیں ہمارا پرنام ہے۔

چتا تیار ہوگئی' باجے بجنے لگے۔ دونوں رانیاں گھوڑوں پر سوار ہو کر بازاروں سے نکلیں۔ جوق در جوق لوگ دیکھنے کو پھٹے پڑے تھے۔ روپے زیور اور جواہرات لٹائے جا رہے تھے۔ چتا پر چڑھ کر دونوں آمنے سامنے بیٹھیں اور شوہر کی پگڑی بیچ میں رکھ لی آگ دینے والا کوئی نہ تھا۔ سب لوگ کھڑے دیکھ رہے تھے۔ فرط ادب سے کسی کے منہ سے آواز بھی نہ نکلتی تھی۔ روٹھی رانی کا چہرہ چاند سا چمک رہا تھا۔ یکا یک مالدیو کے بے عزتی کا خیال آتے ہی سرخ ہوگیا۔ اس نے دھڑکتے ہوئے دل سے نازک زبان کو ہلاتے ہوئے یہ کلمے نکلے "میں تو اپنے شوہر سے روٹھ کر آئی سو آئی پر کوئی دوسری عورت اس طرح سوت کے بیٹے کا ساتھ کبھی نہ دے۔"

لاچھل دئی اس کا یہ جلال دیکھ کر ڈری کہ کہیں میرے بیٹے کو سخت بد عا نہ دے دے خود بیچ میں بول اٹھی تا کہ روٹھی رانی خاموش ہو جائے۔ "بائی جی! اس ناخلف نے سگی ماں کا تو کچھ خیال ہی نہ کیا' اور کیا کرتا' وہ ذرا دیر ٹھہر جاتا تو ہمیں راؤ جی کے ساتھ جانے میں اتنی تاخیر نہ ہوتی۔ اس کو روکتا کون تھا' آگ دیکھ کر تو چلا جاتا۔

شوہر کا پیارا نام سن کر اوما دئی کو جوش آ گیا۔ شوہر کی سچی محبت' سچا عشق' اس پر چھا گیا۔ اس وقت اس کی نگاہ جس پر پڑتی تھی۔ وہ متوالا ہو جاتا تھا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

نین چھکے بینا چھکے' چھکے ادھر مسکائے
چھکی ورشٹ جا پر پڑے روم روم چھک جائے

یعنی باتیں اور تبسم کرنے والے ہونٹ سب نشہ میں مست ہیں اور مست نگاہیں جس پر پڑتی ہیں اس کا رواں رواں مست ہو جاتا ہے۔

پھر روٹھی رانی نے ذرا سنبھل کر کہا دیکھو یہاں کوئی راٹھور تو نہیں ہے؟ حسن اتفاق سے جیت مالوت نام کا ایک کنگال راٹھو ملا۔ وہ ڈرتا ڈرتا آیا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ستی ماتا! مجھ پر دیا کیجیے۔ میں تو بھوکوں سے تنگ ہو کر مارواڑ چھوڑ آیا ہوں اور میواڑ میں محنت مشقت کر کے پیٹ پالتا ہوں۔ میں چتا میں آگ دینے کے قابل نہیں ہوں۔

اومادئی نے کہا کہ ٹھاکر ڈرو مت! اشنان کر کے چتا میں آگ دے دو۔ تم راٹھور بنس سے ہو۔ اس لیے تمہیں بلایا ہے۔

اس نے پھر عرض کی۔ ستی ماتا! آگ تو میں دوں گا پر ماتمی فرش بچھا کر بارہ دن کہاں بیٹھوں گا۔ میرا گھر بھی اتنا بڑا نہیں ہے کہ جودھ پوری رانی کو داہ کر کے اس میں ماتم کر سکوں۔ میں تو پیڑوں کے نیچے تاروں کے چھاؤں میں رات کاٹا کروں۔

اومادئی نے یہ سن کر منشی کو اشارہ کیا۔ اس نے اس دم رانا جی کے نام ستیوں کی طرف سے خط لکھا کہ رام کو بغیر ستی کیے چلا گیا ہے۔ اب کیلوہ گاؤں اس سے چھین کر جیت مالوت راٹھور کو دے دیں۔ اس طرح ستی نے دس ہزار کا گاؤں اس راٹھور غریب کو دلا دیا۔

جیت مالوت نے چٹھی ہاتھ میں لی اور فوراً نہا دھو کر چتا میں آگ دے دی۔ دم کی دم میں وہاں ایک تودہ خاکستر کے سوا کوئی نشان نہ باقی رہا۔ گھڑی دو گھڑی میں ہوا نے راکھ کے ریزوں کو ادھر ادھر منتشر کر کے اور بھی قصہ تمام کر دیا۔

تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی تم نے صبا اور بار
یادگار رونق محفل تھی پروانے کی خاک

مگر خانہ رہی تو کیا۔ روٹھی رانی کا نام ابھی تک چلا جاتا ہے۔ لوگ ابھی تک اس کے نام کی تعظیم کرتے ہیں اس طرح شادی کے ستائیس برس بعد امائی کا مان ٹوٹا اور

مان کے ساتھ زندگی کا پیالہ بھی ٹوٹ گیا۔

''او مادئی بھٹانی! تجھے دھنیہ ہے۔ جب تک تو زندہ رہی تو نے اپنی آن نباہی اور مری بھی تو آن کے ساتھ میر۔ فرشتے ہاتھوں میں پھول لیے تیرے انتظار میں کھڑے ہیں کے تجھے دیکھیں اور پھولوں کی برکھا کریں۔ اے پاک دیوی! جا! عصمت اور عفت تجھ پر نثار ہونے کو تیار ہیں اور تیرا پیارا شوہر جس کے نام پر تو نے جان دی آنکھیں فرش راہ کیے تیرا منتظر ہے۔'' او مادئی بھٹانی کے ستی ہونے کی خبر جب جودھ پور پہنچی تو لوگ آفرین کرنے لگے۔ قائم رہے وہ بنس جس میں ایسی ایسی راج کماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ شوہر سے روٹھنے پر بھی جن کی چادر عصمت پر کوئی دھبہ نہیں لگتا جس سے روٹھتی ہیں اسی کے قدموں پر اپنا سر نچھاور کر دیتی ہیں۔ ایسا روٹھنا کہیں کس نے دیکھا ہے؟

راؤ جی کے انتقال کے بارہویں دن جیت مالوت کے لیے جودھ پور سے پگڑی آئی۔ اس سب کریا کرم کر کے پگڑی باندھی۔ پھر اودے پور جا کر وہپ چٹھی رانا اودے سنگ کو دی۔ انہوں نے چٹھی پڑھ کر فرط تعظیم سے اسے سر پر رکھ لیا اور کیلوہ کا پٹہ اس کے نام لکھ دیا۔ اس نے لوٹ کر اس گاؤں پر اپنا قبضہ کر لیا۔ جہاں روٹھی رانی ستی ہوئی تھی وہاں ایک پختہ چھتری بنوائی تھی جس کا نشان ابھی تک موجود ہے۔ روٹھی رانی کی سفارش سے جس طرح مالوت کو کیلوہ مل گیا۔ اسی طرح اس کی بددعا بھی بے اثر نہ ہوئی۔ کمار رام کو جودھ پور کی گدی پر بیٹھنا نصیب ہوا۔ اودے سنگھ اور اکبر متفقہ کوشش بھی اسے وہاں کا راج دلانے میں ناکام رہیں۔ اسی ناکامی سے وہ کچھ دنوں جلاوطنی کی مصیبتیں جھیل کر آخر کار مر گیا اور اپنے ارمان اپنے ساتھ لیتا گیا۔ اس کے پاتے کیشو داس کو جو اکبر اور جہانگیر کے تذکروں میں کیشو رروما کے نام مشہور رہیں' مالوہ میں ایک چھوٹی سی جاگیر ملی تھی جس کا نام لامجھیر تھا۔ مگر 1857ء کے غدر میں یہ ضبط ہو گئی جھالی رانی سروپ دئی کی بددعا بھی آخر کار رنگ لائی۔ اس

وقت تو چندر سین جودھ پور کا راؤ ہو گیا تھا۔ مگر بعد کو جب اکبر نے راؤ مالدیو کے مرنے کی خبر پا کر مارواڑ پر فوجیں بھیجیں تو کمار رائے مل اور اودے سنگھ تینوں راج کمار شاہی فوج سے آ ملے۔ جس کا نتیجہ ہوا کہ 1622 بکرمی میں چندر سین نے جودھ پور خالی کر دیا۔ اکبر نے اس ملک کو سولہ برس اپنے تصرف میں رکھ کر 1640 سمت میں اسے اودے سنگھ کے حوالے کر دیا۔ اس کی اولادیں اب تک جودھ پور کا راج کرتی ہیں۔ چندر سین کے پوتے کرم سین کو جہاں گیر نے اجمیر کے علاقے میں بھنانے کا پرگنہ دیا تھا' اس کی اولاد اب تک وہاں ہے اس طرح روٹھی رانی کی کہانی پوری ہوئی۔ وہ نہیں ہے مگر اس کا نام آج ساڑھے تین سو سال گزر جانے پر بھی جوں کا توں بنا ہوا ہے۔

مارواڑ کے کبیشروں نے امادیوی کی تعریف میں جو طبع آزمائیاں کی ہیں وہ ایسی پر اثر اور پر درد ہے کہ انہیں پڑھ کر آج بھی رقت آتی ہے اور دل امنڈ آتا ہے اگرچہ اس وقت ستی ہونے کی رسم نہیں ہے۔ مگر ان نظموں اور گیتوں کو پڑھ کر اس وقت کا حسرت ناک نظارہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ آساجی چارن جس نے ایک دوہا پڑھ کر اومادیوی کو ہمیشہ کے لیے شوہر سے الگ کر دیا تھا' اس وقت ایک موضع میں بھاریلی اور بھاگا کے ساتھ رہتا تھا۔ جب اس نے روٹھی رانی کی ستی ہونے کی خبر پائی تو بولا۔ ''اے اومادیوی! تجھے دھنہ ہے۔ تو نے کہا تھا جب آخر دم تک میرا مان رہ جائے تب تعریف کرنا جیسا تو نے کہا تھا کر دکھایا تیری ہمت وحمیت کو ہزار آفریں ہے!'' آساجی نے اسی وقت چودہ بندوں کی ایک نظم لکھی اور اس کی نقلیں سارے راجپوتانہ میں بھجوائیں کیونکہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں تمہارے بعد تک زندہ رہا تو تمہارے نام کو زندہ جاوید بنا جاؤں گا۔ بات کے پکے نے وعدے کو وفا کیا۔ یہ اشعار آج تک مارواڑ میں بچہ بچہ کی زبان پر ہیں اور جب تک ان شعروں کے پڑھنے والے باقی رہیں گے' روٹھی رانی کا نام روشن رہے گا۔

حواشی

(1) راؤ مالدیو سمت 1585 میں گدی پر بیٹھا۔

(2) توُرن باندھنا' توُرن مارواڑی زبان میں محراب کو کہتے ہیں۔ یہ سسرال کے دروازے پر جا کر محراب کو چھڑی یا تلوار سے چھوتا ہے۔ اسے تورن چھونا' تورن چکانا یا مارنا کہتے ہیں۔ چونکہ گھروں کے دروازے پر محراب دار ہی ہوتے ہیں اس لیے تورن کے معنی دروازے کے سمجھے جائیں۔ شادی کے موقعوں پر دروازوں پر کاٹھ کر چڑیوں کا ایک گدستہ بنا کر لٹکا دیتے ہیں۔

(3) چونری اس مقام کو کہتے ہیں جہاں شادی ہوتی ہے۔

(4) ایسی مثالیں اس زمانہ کی تاریخوں میں اکثر ملتی ہیں۔ بندھیل کھنڈ کی داستان ایسی ہی روایتوں سے بھری پڑی ہے۔

(5) جیسلمیر میں ایک جھیل ہے۔

(6) جوتش کی اصطلاح ہے۔ جب دونوں گرہ یک جا ہو جاتے ہیں تو انسان کی زندگی پر زوال آتا ہے۔ نحسہ اسی طرح جیسے قران السعدین انسان کے لیے بہت مبارک سمجھا جاتا ہے۔

(7) جیسے بر کی ماں برات روانہ ہونے کے قبل اسے دودھ پلاتی ہے' ویسے ہی ساس اس کے ماتھے پر دہی لگاتی ہے یعنی اسے اپنی لڑکی کا شوہر مان لیتی ہے۔ کہاوت ہے وہی کی بات ہے۔

(8) یہ بھی شادی کی ایک رسم ہے۔

(9) گیت کا مطلب یہ ہے کہ باپ لڑکی اس وقت دے چکتا ہے جب داماد گلے ملتا ہے' ماں اس وقت جب وہ داماد کے ماتھے پر دہی کا ٹیکہ لگاتی ہے۔ اس کے بعد وید اور شاستر کے مطابق لڑکی کی شادی ہوتی ہے۔ اس وقت اس پر چچا ماموں اور پھوپھی کا تھوڑا بہت حق رہ جاتا ہے' اگر چچا کچھ کہنا یا اعتراض کرنا ہوتا ہے تو پہلے

پھیرے تک کرسکتا ہے۔ ماموں دوسرے پھیرے تک اور پھوپھی تیسرے پھیرے تک اور چوتھے پھیرے میں لڑکی پرائی ہو جاتی ہے۔ پھر کسی کا اس پر کوئی حق باقی نہیں رہ جاتا۔ اسی لیے چوتھے پھیرے کے پہلے ہی دولہا دلہن کے آگے آ جاتا ہے۔ گویا اس وقت سے وہ اس کا خاوند اور آقا مانا جاتا ہے۔ اس گیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ پھوپھی کا حق لڑکی پر بہت مانا گیا ہے۔

(10) کلال کلوار کو کہتے ہیں جس کا پیشہ شراب کھینچنا اور فروخت کرنا ہے۔

(الف) اس بند میں راٹھور خاندان کی برائی کی گئی ہے اصل یوں ہے۔

برج ویسا چشندن بناں سیرو پہاڑاں موڑ (تاج)

گرڑ کھگاں لنکا گڑھاں راج کلاں راٹھور (چڑیا)

(ب) اس دوہرے میں شراب پینے کا شوق دلایا گیا ہے۔

روپیوں زن چڑھ تو راتا را کھونین (سرخ)

بیری تمہارا جل مرے۔سکھ پاوے گا سین (دوست)

(ج) یہ بند شراب کی تعریف ہے۔وارو دلی آگرہ۔دارو۔بیکانیر دارروپیو صاحبا! سوروپیاں را پھیر

(د) اس دوہرے میں چند اچھی چیزیں بتائی گئی ہیں۔سورٹھ رو دبھا بھلو۔ لپڑا بھلو سفید۔ناری تو نیلی بھلی۔گھوڑا بھلو کمیت نازنین) بھرلا اے سگھڑ کلالی

(11) اصل گیت یوں ہے۔محلاں پدھارو مہاراج ہو

دار درا مارو۔محلا پدھارو مہراج ہو (شائق)

گدری جو ہوں سیجا باٹ ہو (دیر سے)

(12) اصل گیت یوں ہے متھرا پنگل۔پراگ۔مرو۔لاہوری۔بھٹیز۔

دیرا اور گڈھ کنجی اور نگر جیسلمیر

محلاں پدھارو مہاراج ہو!

(13) رنگ مانو ہمارے راؤ

تاراں چھائی رات۔ پھولا چھائی سیج۔

گوری چھائی ہے روپ۔ پیارے بیگاں بیگاں آؤ (جلد)

رنگ مانو ہمارے راؤ!

(14) بھرلا اے سگھڑ کلالی وارو وا کھاروا (امور)

سونے رے بھٹی کروں۔ روپے رے گھر نار

ہاتھ پیالو دھن کھڑی پیورا بکھار (نازنیں)

(15) آم پھلے پروار سوں۔ مہو پھلے پت کھوئے

تو کورس ساجن پئے۔ لاج کہاں تے ہوئے

جس وقت مہوے کے پھول لگتے ہیں سارے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ پت اور پتے میں صنعت لفظی رکھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب شراب بے شرم مہوے سے بنتی ہے تو شراب پینے والا کیوں کر لاج نبھا سکتا ہے۔

(16) اصل گیت یوں ہے۔ بھر دا اے سگھڑ کلالی

پلاں تو تجھی کلالیی ہمارا ماروجی رے

کی

اب تجھے حالی جاری گھرنا۔ (گھروالی)

کے کی

(17) بجلیاں ماڈے چیان اوپر لے رلیا

پردیسیاں راسا جنا تی جے ملیاں

لڑی لینی ان لے باندھی چری کپاس

اسی دینی بچ گئی پیورے پاس

(18) مان گمان کامنی امدے بڑ بھاگ

روٹھی بیٹھی سیج میں مالدیو بیا تیاگ

(19) رانی سنجوگتا جے چندا راٹھور کی لڑکی تھی۔ جے چند اور پرتھی راج دونوں میں عرصہ سے چشمک چلی آتی تھی۔ سنجوگتا جب سیانی ہوئی تو جے چند نے اس کا سوئمبر رچایا مگر پرتھی راجا جاج کو اس میں شریک ہونے کی دعوت نہ دی۔ پرتھی راجہ کو یہ بہت ناگوار گزرا۔ وہ بلا اطلاع چڑھ آئے اور رانی کو سوئمبر سے زبردستی نکال لے گئے۔ راٹھوروں نے تعاقب کیا اور راستہ میں بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ میدان چوہان کے ہاتھ رہا۔ پرتھی راج نے سنجوگتا سے شادی کر لی۔ اس واقعہ کو راٹھوروں کے روبرو بیان کرنا یا اس کی طرف اشارہ کرنا گویا انہیں دندان شکن جواب دینا ہے۔

(20) یہ برج قلعہ اجمیری میں دکھن کی طرف واقع ہے۔

(21) کرمیتی ہاڈی مہارانا سنگا کی رانی اور اودے سنگھ کی ماں تھی۔ جب گجرات کے بادشاہ سلطان بہادر نے 1591 سمت میں چتوڑ کا قلعہ تسخیر کیا تو کرمیتی بہتر ہزار عورتوں کے ساتھ عصمت بچانے کے لیے چتر بنا کر جل مری۔

ایسی مثالیں رجپوتوں میں اکثر ملتی ہیں۔

(22) جودھ پور کے نشان یا جھنڈے میں چیل کی تصویر بنی ہوتی ہے یہ راٹھوروں کا قومی نشان ہے۔

(23) اومائی سانکھیلی گاھگرون کے راجہ چیل داس کی رانی تھی۔ اس کی سوت سڑھی رانی راجہ کے ایسی منہ لگی تھی کہ راجہ اس کے خوف سے سانکھیل کے پاس نہیں جاتا تھا۔ جب اس طرح بہت سال گزر گئے تو ایک دن سوڑھی رانی نے سانکھیلی کے پاس ایک بیش بہا ہار دیکھا کہ ایک عورت کے لیے مانگا۔ اس نے اس شرط پر وہ ہار دیا کو سوڑھی راجہ کو ایک رات اس کے پاس آنے دے۔ سوڑھی نے یہ بات منظور کرلی۔ مگر راجہ کو سمجھا دیا کہ جانا مگر چپ چاپ رات کاٹ کر چلے آنا۔ راجہ نے ویسا ہی کیا۔ سویرے سانکھیلی رانی نے بڑی حسرت ویاس کے لہجہ میں دوہا پڑھا مگر زن

مرید راجہ کو ذرا بھی ترس نہ آیا۔ راجپوتانہ کے لوگ مایوسی کے عالم میں یہ دوہا پڑھا کرتے ہیں۔

(24) بیرم جی راؤ مالدیو کا رشتہ میں دادا ہوتا تھا۔

(25) جیتا اور کونپا میں بیرم جی کی طرح راؤ جی کے خاندان کے تھے۔

(26) اس ملک کی خاص پیداوار باجرہ ہے۔

(27) یہ گاؤں پرگنہ میڑتہ کو سانہ سے جو پرگنہ بیلارہ میں ہے۔ دو تین کوس پر ہے۔

(28) منڈور ماواڑ کی پرانی راجدھانی ہے۔ جودھ پورسے تین کوس شمال میں ایک پہاڑی کے نیچے بسا ہے۔

(29) جب کوئی راجہ مرتا تھا تو ناظر اس کی پگڑی لے کر محل سرائے میں جاتا تھا۔ ستی ہونے والی رانی اس کی پگڑی لے لیتی تھی۔

دوسری رانیاں بھی اس کے ساتھ ہو جاتی تھیں۔ جو رانی کہیں دور ہوتی تھی اس کی پگڑی روانہ کر دی جاتی تھی۔

(30) وہاں ماتم میں جاجم بچھا کر بیٹھنے کا رواج ہے۔

------------اختتام------------